

خلیفہ ثانی کے دعویٰ مصلح موعود کا تجزیہ اور اسکی حقیقت

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ^۵
أَلَّا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنَ لَا يَشْعُرُونَ (ابقرہ - ۱۲)

اور جب ان سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو، تو کہتے ہیں، ہم تو مصلح ہیں۔ سنو! یہی لوگ بلاشبہ فساد کرنے والے ہیں، مگر وہ سمجھتے نہیں۔

بُقْمُتی سے ابتدائے اسلام میں ہی مسلمان مفکرین فلسفہ یونان سے مرعوب ہو گئے تھے۔ انہوں نے یونانی فلسفہ سے متاثر ہو کر مذہب کو اسی رنگ میں ڈھانا چاہا۔ بعض ان میں نہایت منطقی استدلال کرنے والے بزرگ بھی تھے لیکن پھر بھی وہ یونانی فلسفہ سے اس قدر مرعوب تھے کہ انہوں نے مذہب کو یونانی فلسفہ کے تالیع کر دیا۔ جہاں مذہب اور یونانی فلسفہ کا تضاد نظر آیا، وہاں مذہب کی تاویل کر کے اسے اس فلسفہ سے تطبیق دینی چاہی۔ گویا افلاطون اور ارسطو کے فلسفہ کو انہوں نے صداقت کا معیار قرار دے دیا۔ اکنہ دی، فارابی، ابن سینا اور ابن رشد کا سارا فلسفہ اسی مور پر گھومتا ہے۔ یہ سب مسلم عقائد کو افلاطون اور ارسطو کے افکار سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ ان بزرگوں کی نیت نیک تھی۔ وہ اسلام کو سچا ثابت کرنا چاہتے تھے لیکن یونانی فلسفہ کا زرع اس قدر قاب پر تھا کہ اُنکے نزد یہ کہ قرآن کی صداقت اسی طرح ثابت ہو سکتی تھی کہ وہ افلاطون اور ارسطو کے فلسفہ کی کسوٹی پر پورا اترے۔ حضرت امام غزالی پہلے وہ شخص تھے جنہوں نے بڑی حرارت سے افلاطون اور ارسطو کے فلسفہ کی آغلاط کو طشت آبازم کیا۔ اور اُنکے مسلمات سے فائدہ اٹھا کر یونانی فلسفہ سے دین کی خدمت لی۔ علم کلام میں فلسفہ کی آمیزش کر کے اسے معقولیت کا رنگ دیا۔ انہوں نے مسلم عقائد کی معقولیت ثابت کرنے کیلئے یونانی فلسفہ سے کام لیا مگر فلسفہ کو مذہب کے تالیع رکھا۔ جہاں مذہب اور فلسفہ میں تضاد پیدا ہوا وہاں مذہب کی سچائی اور فلسفہ کی غلطی کو ثابت کرنے کی کوشش کی۔ بلاشبہ وہ اپنے زمانہ یعنی پانچویں صدی ہجری کے مجدد تھے اور ایک مجدد یا مصلح کا یہی کام ہوا کرتا ہے کہ وہ اپنے زمانے کے فلسفہ پر اگر وہ اسلام کے مسلمہ عقائد کے خلاف ہے تو مذہب کو غالب کر دکھائے۔

آنیسویں صدی میں زمانے نے ایسا پٹا کھایا کہ فلسفہ کی جگہ تجربی سائنس نے لے لی۔ اب لفظی جنگ کا زمانہ گزر چکا تھا۔ جدید طبعی سائنس ہر چیز کا ثبوت مسلمات عقلی اور تجربات و مشاہدات سے مانگتی تھی۔ اس سائنس کے مقابلے کیلئے سرید احمد اور اُنکے ہمتوابرگوں کا وجود ظہور میں آیا۔ ان بزرگوں نے مذہب کو سائنس کا رنگ دینا چاہا لیکن وہی ٹھوکر کھائی جو پہلے مسلمان مفکرین یونانی فلسفہ کے مقابلہ پر کھا چکے تھے۔ انہوں نے مذہب کو سائنس کے تالیع کر دیا اور جہاں مذہب اور سائنس میں تضاد نظر آیا وہاں مذہبی عقائد کی تاویلیں کرنی شروع کر دیں۔ مغربی سائنس میں ماذیت کا رنگ غالب تھا اور یہ روحانیت کی مذکور تھی۔ اب یہ نیا علم کلام جو سرید احمد خان اور دیگر بزرگوں کے ذریعہ ظہور میں آیا، اس نے مذہب کی روحانیت کو ماذیت میں بدل دیا۔ ماذی کو ابتدی سمجھ لیا گیا۔ دعا کا انکار ہو گیا اور نبوت م Hispan ایک فطری ملکہ سمجھ لی گئی۔ وہی والہام کو شاعری کی طرح دل سے اٹھنے والے خیالات کا نام دیدیا گیا اور ملائکہ کو ماذی قوتیں کا نام دیا گیا۔ مجزات سے انکار اور جنت و دوزخ بھی م Hispan لفظی گور کھو دھندا بن گئیں۔ ان میں کوئی حقیقت نہ رہی اور انہیں م Hispan ۔ دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

سمح لیا گیا۔ اس دور میں مسلمانوں کی تحریک کا نقشہ مولا ناحالی مر جنم نے یوں کھینچا ہے ۔

وَلَقَوْيَمْ پَارِيَهِ يُونَانِيُوْكَی ۔ وَهُوَ حَكْمَتُ كَهِ ہے ایک دھوکے کی ٹھی

لیکن جس کو ٹھیرا چکا ہے ٹکنی ۔ عمل نے جسے کر دیا آکے رہی

اے وحی سے سمجھے ہیں ہم زیادہ

کوئی بات اس میں نہیں کم زیادہ

زبور اور توریت و انجیل و قرآن ۔ بالاجماع ہیں قابل نسخ و نسیان

مگر لکھ گئے جو اصول اہل یونان ۔ نہیں نسخ و تبدیل کا ان میں امکان

نہیں ملتے جب تک کہ آثارِ دنیا

مثی گا کبھی کوئی شوشه نہ ان کا

ننانگ بیں جو مغربی علم و فن کے ۔ وہ ہیں ہند میں جلوہ گر سو برس سے
تعصب نے لیکن یہ ڈالے ہیں پر دے ۔ کہ ہم حق کا جلوہ نہیں دیکھ سکتے

جمی ہیں دلوں میں ارسٹو کی رائیں

جو اب وحی اُترے تو ایماں نہ لائیں

اب اس فلسفہ پر ہیں جو مر نے والے ۔ شفاف اور محض طی کا دم بھرنے والے
اَرسٹوں کی چوکھٹ پر سردھرنے والے ۔ فلاطون کی اقتداء کرنے والے
وہ بس تیلی کے بیل سے کم نہیں ہیں

پھرے عمر بھرا اور جہاں تھے وہیں ہیں

ہمارے دینی علماء کے پاس کفر کے فتاویٰ کے علاوہ اور تھا کیا؟ وہ سریداً حمد خال اور اُنکے ہنوا بزرگوں کو نیچپری کا خطاب دیکر اور ان پر کفر کے فتوے لگا کر بیٹھ گئے۔ ان حالات میں وقت کی پکار یہ تھی کہ کوئی ربانی مصلح آئے جو روحا نیت کا عالمبردار ہو۔ وہ دین اسلام اور فلسفہ کی جنگ میں اسلام کو غالب کر دکھائے اور فلسفہ سے خدمت دین کا کام لے۔
۸۸۰ء وہ زمانہ تھا جب مذہبی جوش عروج پر تھا۔ مختلف مذاہب کے پیروکار بار بار ہم دست و گریاں تھے۔ آریہ سماج، برہمو سماج اور عیسائی زور میں تھے اور اُنکے مبلغین نے دین اسلام پر چڑھائی کی ہوئی تھی۔ علمائے اسلام مسلمانوں کو باہم ٹڑوانے اور کافر بنانے میں اس قدر مصروف تھے کہ علی رنگ میں اسلام کا دفاع کرنے کیلئے اُنکے پاس وقت نہیں تھا۔ دن رات مقلد اور غیر مقلد، حنفی اور ہابی کا آپس میں جھگٹار ہتا تھا۔ وہ ایک دوسرے کو کافر اور بدعتی بنارہ ہے تھے۔ غرضیکہ چاروں طرف تکفیر کا بازار گرم تھا۔ تکفیر بازی اور دارہ اسلام سے آخر ارج کا اس قدر زور تھا کہ بقول مولانا ذپیٰ نذیر احمد دہلوی مرحوم ”اگر علماء کے تمام کفر کے فتووں کو یکجا کر کے دیکھا جائے تو دنیا میں کوئی مسلمان باقی نہیں رہتا“۔ مسلمانوں کی اس دگرگوں حالت کو حالی مرحوم اس طرح بیان کرتے ہیں ۔

نہ سنی میں اور جعفری میں ہوا لفت ۔ نہ معانی و شافعی میں ہو ملت

وہابی سے صوفی کی کم ہونہ نفرت ۔ مقلد کرے نا مقلد پر لعنت

رہے اہل قبلہ میں جنگ ایسی باہم

کہ دین خدا پر ہنے سارا عالم

کرے کوئی اصلاح کا گر ارادہ ۔ تو شیطان سے اس کو سمجھو زیادہ

حسے ایسے مفسد سے ہواستفادہ ۔ رہ حق سے ہے، بطرف اس کا جادہ

شریعت کو کرتے ہیں بر باد دنوں

ہیں مردود شاگرد و اُستاد دنوں

اگر اس دور میں کوئی مذہب بے سہارا تھا اور کوئی نبی لاوارث تو پھر یہ اسلام اور اسکا نبی ﷺ ہی تھے۔ مسلمانوں کے اس سیاسی اور مذہبی تنزل کے دور میں آخر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ **إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الَّذِي نَكِرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ** کو یاد فرمایا اور حدیث ”إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ لِلَّهِ نِعَمَةُ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ أُسُّ الْمَلَكَاتِ مَنْ يُجِدُ لَهَا دِينَهَا“ (رواه ابو داؤد) کے مطابق حضرت مرزاغلام احمد قادریانی علیہ السلام کو چودھویں صدی کے سر پر تجدید دین کی خاطر کھڑا کیا۔ آپؐ کسی پیر خاندان سے تعلق رکھتے تھے نہ کسی ملاں خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ بچپن سے ہی انتہائی کم گو، سلیم الغفرت اور تقوی شعار تھے۔ اور شروع سے ہی دنیا سے عدم دلچسپی اور گوشہ نشینی کی طرف رجحان تھا۔ آپؐ عاشق رسول ﷺ ہوئے کیسا تھا ساتھ دین اسلام کی محبت میں بھی فنا تھے۔ ویسے تو آپؐ مذاہب بالطہ کی تردید میں ہوش سنبھالتے ہی لگ گئے تھے۔ لیکن سب سے پہلے آپؐ کے علم الكلام کی جدت اور زور کا مظاہرہ جس سے اپنے اور غیر سب حیران ہوئے، آپؐ کی مشہور و معروف تصنیف ”**براءین احمدیہ**“ تھی۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں لکھتے ہیں۔

”یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں لَعَلَّ اللَّهُ يُعْلِمُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا۔ اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حاصلی و قائمی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظر مسلمانوں میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھنے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً آریہ و برہمو سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔ اور دوچار ایسے اشخاص انصار

اسلام کی نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و سانی کے علاوہ حامل نصرت کا بھی بیڑا اٹھایا ہو۔ اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحمدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہوا کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آ کر اس کا تجربہ و مشاہدہ کر لے۔ اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو۔“ (اشاعت السنہ جلد ہفتم نمبر ۲ صفحہ ۱۲۹ - ۱۷۰)

براہین احمد یہ کی تصنیف کے بعد حضرت مرزا صاحبؑ کی شہرت ہر طرف پھیل گئی اور آپ نے ہر قوم کے لوگوں کو دعوتِ الٰی اللہؐ دی۔ آپؑ نے فرمایا اس وقت دنیا میں کوئی سچا نہ ہب نہیں بجز اسلام اور کوئی زندہ نبی نہیں بجز محمد ﷺ۔ آپؑ نے لوگوں کو یہ دعوت بھی دی کہ اگر کسی کو دین اسلام اور آنحضرت ﷺ کی سچائی میں شک ہو تو وہ میرے پاس آئے اور میں اُسے دین اسلام اور آنحضرت ﷺ کی سچائی کا نشان دکھاتا ہوں۔ اس اعلان کی ساتھ ہی تصدیقہ قادیانی کے اہل ہند کی رگ حمیت بھی پھر کی اور انہوں نے ایک خط حضرت مرزا صاحبؑ کی خدمت میں لکھا۔ وہ لکھتے ہیں۔

”کہ جس حالت میں آپؑ نے لندن اور امریکہ تک اس مضمون کے جستہ شدہ خط بھیجے ہیں کہ جو طالب صادق ہو اور ایک سال تک ہمارے پاس اگر قادیانی میں ٹھہرے تو خدا تعالیٰ اُس کو ایسے نشان دربارہ اثبات حقیقت اسلام ضرور دکھائے گا کہ جو طاقت انسانی سے بالاتر ہوں۔ سو ہم لوگ جو آپؑ کے ہمسایہ اور ہم شہری ہیں۔ لندن اور امریکہ والوں سے زیادہ تر حق دار ہیں۔ اور ہم آپؑ کی خدمت میں قسمیہ بیان کرتے ہیں جو ہم طالب صادق ہیں۔ کسی قسم کا شر اور عناد جو بمقتضائے نفسانیت یا مغارّت مذہب ناہبوں کے دلوں میں ہوتا ہے وہ ہمارے دلوں میں ہرگز نہیں ہے۔۔۔ ہم سراسر سچائی اور راستی سے اپنے پر میشور کو حاضر ناظر جان کریے اقرار نامہ لکھتے ہیں اور اسی سے اپنی نیک نیتی کا قیام چاہتے ہیں۔ اور سال جو نشانوں کے دکھانے کیلئے مقرر کیا گیا ہے وہ ابتدائے ستمبر ۱۸۸۵ء سے شمار کیا جاوے گا۔ جس کا اختتام ستمبر ۱۸۸۶ء کے آخر تک ہو جائے گا۔“ (مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۹۲ تا ۹۳)

قصبہ قادیانی کے اہل ہند کی اس درخواست کے جواب میں حضرت مرزا صاحبؑ لکھتے ہیں۔

”آپ صاحبوں کا عنایت نامہ جس میں آپؑ نے آسمانی نشانوں کے دیکھنے کیلئے درخواست کی ہے، مجھ کو ملا۔ چونکہ یہ خط سراسر انصاف و حق جوئی پر منی ہے اور ایک جماعت طالب حق نے جو عشرہ کاملہ ہے اس کو لکھا ہے اسلئے بہتام تر شکر گزاری اسکے مضمون کو قبول کرتا ہوں۔ اور آپؑ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر آپؑ صاحبان ان ہمود کے پابند رہیں گے کہ جو اپنے خط میں آپؑ لوگ کرچکے ہیں تو ضرور خدا نے قادر مطلق جلشاہ نامہ کی تائید و نصرت سے ایک سال تک کوئی ایسا نشان آپؑ کو دکھلایا جائے گا جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو۔۔۔“ (مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۹۴)

حضور کامدت سے ارادہ تھا کہ آپؑ کسی جگہ چالیس دن متواتر عبادت الٰی اور دعا میں گزاریں جہاں آپؑ کو کوئی نہ جانتا ہو۔ چنانچہ آپؑ کو الہاماً بتایا گیا کہ!

”تمہاری عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہو گی“ (سیرت المهدی جلد اول صفحہ نمبر ۵۵۔ روایت نمبر ۸۲)

چنانچہ آپؑ اس چلہ کی خاطر جنوری ۱۸۸۶ء میں اپنے تین خادموں (حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری، حضرت شیخ حامد علی صاحب اور میاں فتح خاں صاحب) کی ساتھ ہوشیار پور تشریف لے گئے۔ ہوشیار پور پہنچ کر آپؑ نے شیخ مہر علی صاحب رئیس کے طویلہ کے بالا گانہ میں قیام فرمایا۔ آپؑ نے بذریعہ اشتہار یہ اعلان فرمایا کہ چالیس دن تک کوئی شخص مجھے ملنے نہ آوے۔ اسی دوران جب ایک دن مولوی عبداللہ سنوری ”کھانا پہنچانے“ کیلئے اوپر گئے تو حضورؐ نے آپؑ سے فرمایا کہ!

”میاں عبداللہ! ان دنوں مجھ پر بڑے بڑے خدا کے فضل کے دروازے کھلے ہیں اور بعض اوقات دیر دیر تک خدا تعالیٰ مجھ سے با تین کرتا رہتا ہے۔

اگر ان کو لکھا جائے تو کوئی ورق ہو جائیں۔“ (ایضاً)

چنانچہ چالیس روز کے بعد حضورؐ نے ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کے دن ایک اشتہار شائع فرمایا اور اس اشتہار میں دیگر پیشگوئیوں کے ساتھ مصلح موعود کی عظیم الشان پیشگوئی بھی تھی جو کہ درج ذیل ہے۔

نشان رحمت یعنی پیشگوئی زکی غلام مسیح الزماں یا مصلح موعود

خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جل شانہ و عزّ اسمہ) نے اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ!

”میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جتو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاوں کو اپنی رحمت سے پاپیا قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لیے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور

ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا۔ تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔ موت کے پنجھے سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آؤیں۔ اور تادین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کیسا تھا آجائے اور باطل اپنی تمام خوستوں کیسا تھا بھاگ جائے۔ اور تالوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لا سکیں۔ کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا کے دین اور اُسکی کتاب اور اُس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تنذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو۔ کہ ایک وجہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی نلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری، ہی ذریت نسل ہو گا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اُس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اُس کیسا تھا فضل ہے۔ جو اسکے آنے کے ساتھ آیا گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دُنیا میں آئے گا اور اپنے مسکی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیار یوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت وغیری نے اُسے کلمہ تجدید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا۔ اور دل کا حليم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا۔ (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزندِ لبند گرامی ارجمند۔ مظہرُ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ۔ مظہرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ کَانَ اللَّهُ تَزَوَّلُ مِنَ السَّمَاوَاتِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے منوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اُسکے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رُستگاری کا موجب ہو گا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور تو میں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَ كَانَ أَمْرًا مَقْضِيًّا۔ (تذکرہ صفحہ ۱۰۹ تا ۱۱۱ بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

اس اشتہار کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا۔ ”اے مکرور اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو۔ اگر تمہیں اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندے پر کیا تو اس نشانِ رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچانشان پیش کرو اگر تم سچ ہو اور اگر تم پیش نہ کر سکو۔ تو اس آگ سے ڈروکہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حمد سے بڑھنے والوں کیلئے تیار ہے۔“ (ایضاً صفحہ ۱۰۳)

پیشگوئی، ”مصلح موعود“ کے مشترک ہونے کے بعد بھی مخالفوں نے اعتراضات کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور آپ ان مخالفوں کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے اپنے اشتہار مورخ ۲۲ مارچ ۱۸۸۲ء میں اس مصلح موعود کی عظمت اور اہمیت کا اس طرح ذکر فرماتے ہیں۔

”اس جگہ آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہیے کہ یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے جس کو خدا نے ہمارے نبی کریم رواف و حیم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کیلئے ظاہر فرمایا ہے۔ اور درحقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صد ہادر جماعی و اولی و اکمل و افضل و اتم ہے۔ کیونکہ مردہ کے زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے کہ جنابِ الہی میں دعا کر کے ایک رُوح واپس مُنگوایا جاوے۔۔۔۔۔ مگر اس جگہ بفضلہ تعالیٰ احسانہ برکت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت رُوح سچینے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ سو اگرچہ ظاہر یہ نشانِ احیاء موتی کے برابر معلوم ہوتا ہے۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ یہ نشانِ مردوں کے زندہ کرنے سے صد ہادر جماعت ہے۔ مردہ کی بھی رُوح ہی دُعا سے واپس آتی ہے اور اس جگہ بھی دُعا سے ایک رُوح ہی مانگائی گئی ہے مگر ان رُوحوں اور اس رُوح میں لاکھوں کو سوں کا فرق ہے۔ جو لوگ مسلمانوں میں چھپے ہوئے مرد ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجراۃ کا ظہور دیکھ کر خوش نہیں ہوتے بلکہ ان کو بڑا رنج پہنچتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا۔“ (ایضاً صفحہ ۱۱۳ تا ۱۱۵)

آگے بڑھنے سے پہلے میں یہاں حضورؐ کی ایک خواب جو آپ نے زماں تھیں علم کے دوران دیکھی تھی درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں۔

”اس احرقر نے ۱۸۶۲ء یا ۱۸۶۵ء عیسوی میں یعنی اسی زمانہ کے قریب کہ جب یہ ضعیف اپنی عمر کے پہلے حصہ میں ہنوز تھیں علم میں مشغول تھا۔ جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اور اس وقت اس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی۔ کہ جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا۔ کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا نام میں نے قطبی رکھا ہے۔ جس نام کی تعبیر اب اس اشتہاری کتاب کی تالیف ہونے پر کھلی۔ کہ وہ ایسی کتاب ہے کہ جو قطب ستارہ کی طرح غیر متراہ اور مستحکم ہے۔ جس کے کامل استحکام کو پیش کر کے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا گیا ہے۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کتاب مجھ سے لے لی۔ اور جب وہ کتاب حضرت اقدس نبوی کے ہاتھ میں آئی تو آنجناب کا ہاتھ مبارک لگتے ہی ایک نہایت خوش رنگ اور خوبصورت میوہ بن گئی۔ کہ جو امر و دسے مشاہد تھا مگر بقدر تربوز تھا۔ آنحضرت نے جب اس میوہ کو تقسیم کرنے کیلئے قاش کرشنا چاہا۔ تو اس قدر اس میں سے شہد نکلا کہ آنجناب کا ہاتھ مبارک مرتفق تک شہد سے بھر گیا۔ تب ایک مردہ کہ جو دروازہ سے باہر پڑا تھا۔ آنحضرت کے مجراۃ سے زندہ ہو کر اس عاجز کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔ اور یہ عاجز آنحضرت کے سامنے کھڑا تھا۔ جیسے ایک مستغث حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا

ہے۔ اور آنحضرت بڑے جاہوجال اور حاکمان شان سے ایک زبردست پہلوان کی طرح کری پر جلوں فرمائے تھے۔ پھر خلاصہ کلام یہ کہ ایک قاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس غرض سے دی کرتا میں اس شخص کو دوں کہ جو نئے سرے سے زندہ ہوا اور باقی تمام قاشیں میرے دامن میں ڈال دیں۔ اور وہ ایک قاش میں نے اس نئے زندہ کو دی۔ اور اس نے وہیں کھائی۔ پھر جب وہ نیاز زندہ اپنی قاش کھا پکا تو میں نے دیکھا کہ آنحضرت کی کرمبار کاچے پہلے مکان سے بہت ہی اوپر چیزے آفتاب کی کرنیں چھوٹی ہیں۔ ایسا ہی آنحضرت کی پیشانی مبارک متواتر چکنے لگی کہ جو دین اسلام کی تازگی اور ترقی کی طرف اشارت تھی۔ تب اسی نور کے مشاہدہ کرتے کرتے آنکھ کھل گئی۔ والحمد للہ علی ذاکر۔” (روحانی خراشی جلد اصحح ۲۷۲ تا ۲۷۳ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱ و تذکرہ صفحہ ۲۳۳ تا ۲۴۲)

اللہ تعالیٰ نے اس عاجز پر یہ ظاہر فرمایا ہے کہ حضورؐ کی اس خواب میں جو مردہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرہ سے زندہ ہو کر حضورؐ کے پیچھے آکھڑا ہوا۔ یہ وہی ”زکی غلام یا مصلح موعود“ ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ۲۰ فروری ۱۸۸۱ء کے اشتہار میں الہاما بنائی تھی۔ اور یہ وہی مبارک وجود تھا جس کے ہاتھ پر غلبہ اسلام کا وہ وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آیت ”هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الظِّلَالِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ۔ (الفہرست۔ ۱۰)“ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کوہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے گوئش کوں کویہ بات بہت ہی بڑی لگے۔ میں بخشش تھا، پورا ہونا ہے۔ (نوٹ۔ افسوس سے لکھتا ہوں کہ اس ایک قاش پر بھی حضرت امام مہدیؑ کی جسمانی اولاد قبضہ جما کر بیٹھ گئی۔) فروری ۱۸۸۱ء تک اس موعود ”زکی غلام یا مصلح موعود“ کے متعلق حضورؐ کا جو خیال تھا، اس کا ذکر آپؐ نے اپنے ایک خط بنام حضرت خلیفۃ المسٹح اولؓ میں فرمایا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں!

”شاید چار ماہ کا عرصہ ہوا۔ کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین، کامل الاظاہرو الباطن تم کو عطا کیا جائے گا۔ سواس کا نام بثیر ہوگا۔ اب تک میرا قیاسی طور پر خیال تھا کہ شاید وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ سے ہوگا۔ اب زیادہ تر الہام اس بات میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور زکاح تمہیں کرنا پڑے گا اور جناب الہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پار ساطع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہوگی۔ وہ صاحب اولاد ہوگی۔ اس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ جب الہام ہوا تو ایک کشفی عالم میں چار پھل مجھ کو دیئے گئے۔ تین ان میں سے تو آم کے تھے مگر ایک پھل سبز رنگ بہت بڑا تھا۔ وہ اس جہان کے پھلوں سے مشابہ نہیں تھا۔ اگرچا بھی یہ الہامی بات نہیں مگر میرے دل میں یہ پڑا ہے کہ وہ پھل جو اس جہان کے پھلوں میں سے نہیں ہے۔ وہی مبارک لڑکا ہے۔ کیونکہ کچھ شکن نہیں کہ پھلوں سے مراد اولاد ہے۔ اور جبکہ ایک پار ساطع اہلیہ کی بشارت دی گئی اور ساتھ ہی کشفی طور پر چار پھل دیئے گئے۔ جن میں سے ایک پھل الگ وضع کا ہے تو یہی سمجھا جاتا ہے۔ واللہ عالم بالصواب۔“ (از مکتب مورخہ ۸ جون ۱۸۸۱ء بنام حضرت خلیفۃ المسٹح اولؓ مکتوبات احمد یہ جلد پنجم نمبر ۲ صفحہ ۶ و تذکرہ صفحہ ۱۱۲ تا ۱۱۳)

حضورؐ کے ان الفاظ سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(اولاً) یہ کہ آپؐ کا یہ خیال تھا کہ آپؐ کو یہ امید لگی ہوئی تھی کہ ”زکی غلام یعنی مصلح موعود“ آپؐ جسمانی بیٹا ہوگا۔

(ثانیاً) یہ کہ وہ جسمانی بیٹا حضرت اُم المؤمنین نصرت جہاں بیگمؓ کے بطن سے نہیں بلکہ کسی اور پار ساطع اور نیک سیرت اہلیہ سے ہوگا۔

مصلح موعود (زکی غلام مسٹح الزماں) کی پیدائش کیلئے نو (۹) سال کے معیار کے تقریکی حقیقت

حضورؐ نے اپنے اشتہار مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۸۱ء میں لکھا ہے کہ۔ ”لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بوجب وعدہ الہی ۹ برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا خواہ جلد ہو خواہ دیرے۔ بہر حال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائیگا۔“ (مجموعہ اشتہارات جلد اصحح ۱۱۳) حضورؐ کے ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ آپؐ کے یہ الفاظ اجتہادی اور قیاسی ہیں نہ کہ الہامی۔ اگر یہ الفاظ الہامی ہوتے تو حضورؐ اس طرح لکھتے کہ۔ ”لیکن ہمیں الہام الہی نے یہ اطلاع دی ہے کہ ایسا لڑکا۔۔۔۔۔ پیدا ہو جائے گا۔“ اب میں ہر خاص و عام کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ خود پڑتال کریں کہ اشتہار مذکورہ میں ”الہام الہی“ کے الفاظ موجود ہیں اور اگر اس اشتہار میں ”الہام الہی“ کے الفاظ موجود نہیں تو میں کہتا ہوں خلیفہ ثانی صاحب نے اپنی تقریر فرمودہ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۳ء بعنوان ”الموعد“ میں یہ لکھ کر پہلی غلط بیانی کی ہے کہ! ”مگر اس اشتہار (اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۱ء - نقل) کے ذریعہ آپؐ نے ایک مزید شرط کا اعلان فرمادیا۔ اور بتا دیا کہ ”الہام الہی“ سے یہ معلوم ہوئی ہے کہ وہ لڑکا جس کی پہلی اشتہار میں خبر دی گئی تھی ۹ سال کے عرصہ میں پیدا ہو جائیگا۔ خواہ جلد ہو یاد دیرے۔ بہر حال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائیگا۔“ (الموعد صفحہ ۲۳)

آپؐ اپنے اگلے اشتہار جو ۸ اپریل ۱۸۸۲ء میں شائع ہوا، فرماتے ہیں۔

”ماسوں کے اب بعد اشاعت اشتہار مندرجہ بالا دوبارہ اس امر کے اکشاف کیلئے جناب الہی میں توجہ کی گئی تو آج آٹھ اپریل ۱۸۸۲ء میں اللہ جل شانہ کی طرف سے اس عاجز پر

اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونیوالا ہے جو ایک مدت حمل سے تباہ نہیں کر سکتا اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونیوالا ہے یا بالضرور اسکے قریب حمل میں۔ لیکن یہ ظاہرنہیں کیا گیا کہ جواب پیدا ہو گا یہ لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نوبس کے عرصہ میں پیدا ہو گا۔ (مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۷۷)

اسکے بعد ۱۵ رابریل ۱۸۸۲ء کے دن حضورؐ کے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام عصمت رکھا گیا۔ بعد ازاں یہ لڑکی ۱۸۹۱ء میں وفات پائی۔ اب حضورؐ کے یہ الفاظ کہ ”آن آٹھ اپریل ۱۸۸۲ء میں اللہ جل شانہ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونیوالا ہے جو ایک مدت حمل سے تباہ نہیں کر سکتا۔“ اس وقت موجود حمل کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ لیکن چونکہ آپ کے یہ الفاظ مخفی آپ کا اجتہاد و قیاس تھے لہذا لڑکے کی وجہ لڑکی پیدا ہو کر آپ کا یہ اجتہاد و قیاس خطا ہو گیا۔ لیکن اسکے بعد حضورؐ کے ان الفاظ کے مطابق ”اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونیوالا ہے یا بالضرور اسکے قریب حمل میں۔ لیکن یہ ظاہرنہیں کیا گیا کہ جواب پیدا ہو گا یہ وہ لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نوبس کے عرصہ میں پیدا ہو گا۔“ کے مطابق پھر انگلے یا قریب کے حمل میں صاحبزادہ بشیر احمد (اول) پیدا ہوئے۔ خلیفہ ثانی نے اپنی المعرفتیہ میں ۸ رابریل ۱۸۸۲ء کے اشتہار کا ذکر تو ضرور کیا لیکن تھوڑی سی غلط بیانی کر گئے۔ وہ اس طرح کہ ”قریب زمانہ میں پیدا ہونے والے ایک اور لڑکے کی خبر“ کا عنوان لگا کہ اس کے بعد حضورؐ کے اشتہار ۸ رابریل ۱۸۸۲ء میں مندرج الفاظ کا ذکر کرتے ہیں جو کہ میں اور درج کرچکا ہوں۔ غلط بیانی یہ ہے کہ ۸ رابریل ۱۸۸۲ء کے بعد یعنی ۱۵ رابریل ۱۸۸۲ء کو جو لڑکی عصمت پیدا ہوئی، اور حضورؐ کے لڑکے کا اجتہاد غلط کر گئی۔ خلیفہ ثانی نے دیدہ و دانستہ اس لڑکی کا یہاں ذکر چوڑ دیا (گواگے جا کر کر دیا) اور حضورؐ کے ان الفاظ کو ”کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونیوالا ہے جو ایک مدت حمل سے تباہ نہیں کر سکتا۔ بشیر احمد (اول) کی پیدائش“ یا بالضرور اسکے قریب حمل میں“ کے مطابق تھی۔

حضورؐ کے الفاظ ”یا بالضرور اسکے قریب حمل میں“ کے مطابق بشیر احمد (اول) کی پیدائش مورخہ راگست ۱۸۸۲ء کو ہوئی اور اس طرح بشیر احمد (اول) کا تولد حضورؐ کے اجتہادی الفاظ ”نوبس“ کے اندر بھی ہو گیا۔ بشیر احمد اول کی پیدائش کے دن یعنی ۷ راگست ۱۸۸۲ء کے دن آپؐ نے ایک اشتہار بنام ”خوشخبری“ شائع فرمایا۔ آپؐ اس اشتہار کا آغاز اس طرح فرماتے ہیں۔

”اے ناظرین! میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کیلئے میں نے اشتہار ۸ رابریل ۱۸۸۲ء میں پیشگوئی کی تھی اور اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہو تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہو جائیگا۔ آج ۱۶ روز یقudedہ ۳۰ مئی مطابق راگست ۱۸۸۲ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا۔ فی الحمد للہ علی ذلک۔“

اب دیکھنا چاہیے کہ یہ کس قدر بزرگ پیشگوئی ہے جو ظہور میں آئی۔ آری لوگ بات بات میں یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم وہ پیشگوئی منظور کریں گے جس کا وقت بتالا جائے۔ سواب یہ پیشگوئی انہیں منظور کرنی پڑی۔ کیونکہ اس پیشگوئی کا مطلب یہ ہے کہ حمل دوم بالکل خالی نہیں جائیگا۔ ضرور لڑکا پیدا ہو گا۔ اور وہ حمل بھی کچھ دونہیں۔ بلکہ قریب ہے۔“ (ایضاً صفحہ ۱۴۱)

اب حضورؐ کے یہ الفاظ ”مولود مسعود“ صاف بتا رہے ہیں کہ آپ بشیر احمد اول کو ”زکی غلام یعنی مصلح موعود“ کی پیشگوئی کا مصدق قرار دے رہے تھے۔ اب ہوا یہ کہ بشیر احمد اول ۳ نومبر ۱۸۸۲ء کو اپنی عمر کے سو ہوئیں مہینے میں قضاۓ الہی سے فوت ہو کر اپنے مولا حقیقی کے پاس چلا گیا۔ بشیر احمد اول کی یہ وفات بعض لوگوں کیلئے ابتلاء بن گئی اور وہ حضورؐ کی صداقت کے متعلق طرح کی باتیں کرنے لگے۔ آپؐ اس کا ذکر اپنے ۳ دسمبر ۱۸۸۲ء کے خط بنام حضرت خلیفہ المسیح اولؐ میں فرماتے ہیں۔

اس موت (یعنی بشیر اول کی موت) کی تقریب پر بعض مسلمانوں کی نسبت یہ الہام ہوا۔

”أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُو أَنَّ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ. وَقَالُوا تَالَّهُ تَفْتَنُونَ إِنَّ كُرُبُوْسَفَ حَتَّى تَكُونَ حَرَضًا وَتَكُونَ مِنَ الْهَالِكِيْنَ . شَاهِتِ الْوُجُوهُ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّى حِيْنٍ. إِنَّ الصَّابِرِيْنَ يُؤْفَى لَهُمْ أَجْرُهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ .“ اب خدا تعالیٰ نے ان آیات میں صاف بتلا دیا کہ بشیر کی موت لوگوں کی آزمائش کیلئے ایک ضروری امر تھا۔ اور جو کچھ تھے، وہ مصلح موعود کے ملنے سے نا امید ہو گئے۔ اور انہوں نے کہا کہ تو اسی طرح اس یوسف کی باتیں ہی کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ قریب المرگ ہو جائے گا۔ یا مر جائے گا۔ سو خدا تعالیٰ نے مجھے فرمادیا کہ ایسوں سے اپنا منہ پھیر لے۔ جب تک وہ وقت پہنچ جائے۔ اور بشیر کی موت پر جو ثابت قدم رہے اُن کیلئے بے اندازہ اجر کا وعدہ ہوا۔ یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں اور کوتہ بینوں کی نظر میں جیتنا کہ (مکتب ۳ دسمبر ۱۸۸۲ء بنام حضرت خلیفہ المسیح اولؐ بحوالہ ذکرہ صفحہ ۱۳۰) پھر اس خط میں آپؐ فرماتے ہیں

”یہ عبارت کہ خوبصورت پاک لڑکا۔۔۔۔۔۔ جو آسمان سے آتا ہے۔ یہ تمام عبارت چند روزہ زندگی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مہماں وہی ہوتا ہے جو چند روزہ کر چلا جاوے۔“

اور دیکھتے رخصت ہو جائے۔ اور بعد کا فقرہ مصلح موعود کی طرف اشارہ ہے اور آخیر تک اُسکی تعریف ہے۔۔۔۔۔ بیس ۲۰ رفروری کی پیشگوئی۔۔۔۔۔ دو پیشگوئیوں پر مشتمل تھی جو غلطی سے ایک سمجھی گئی۔ اور پھر بعد میں الہام الہی نے اس غلطی کو رفع کر دیا۔” (مکتب ۳ رسمبر ۱۸۸۸ء بنام حضرت خلیفۃ المسٹح اول و تذکرہ صفحہ ۱۰۹)

حضور کے ان الفاظ سے یہ ثابت ہے کہ بشیر احمد (اول) کی وفات کے بعد آپ کو الہاما پڑھ چل گیا کہ ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی دو پیشگوئیوں پر مشتمل تھی۔ وجہ ہے اور پاک لڑکے کی پیشگوئی کے مصدق بشیر احمد (اول) تھے اور پیشگوئی کا یہ حصہ ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔ ”وہ لڑکا تیرے ہی تھم سے تیری۔۔۔۔۔ آسمان سے آتا ہے۔“ پیشگوئی کا دوسرا حصہ یا اصل پیشگوئی ”زکی غلام“ کے متعلق ہے۔ (حضور نے ”زکی غلام“ کیسا تھہ بریکٹ میں لفظ لڑکا لکھا ہوا ہے اور یہ بات بتا رہی ہے کہ زکی غلام کو اپنا جسمانی بیٹا سمجھنا آپکا اپنا ذائقہ اجتہاد تھا جو بعد میں غلط ثابت ہو گیا۔ یہ اجتہاد بھی اسی طرح کا تھا جیسا کہ حضور کا یہ اجتہاد یا خیال تھا کہ مبارک فرزند کیلئے کوئی اور نکاح کرنا پڑے گا) آپ نے اس زکی غلام کو مصلح موعود کا نام دیا تھا اور اس سے متعلقہ پیشگوئی کا آخری حصہ ”اسکے ساتھ فضل ہے۔۔۔۔۔ وَ كَانَ أَمْرًا مَقْضِيًّا۔“ تک چلتا ہے۔

کیا بشیر احمد (اول) کی وفات سے الہامی پیشگوئی کا پہلا حصہ کا عدم یا منسوخ ہو گیا؟

بشیر احمد (اول) کی وفات سے الہامی پیشگوئی کا پہلا حصہ کا عدم یا منسوخ نہیں ہوا۔ لڑکا (بشیر احمد اول) تو ضروروفت ہو گیا لیکن اس سے متعلقہ الہامی پیشگوئی کا وہ حصہ فوت نہیں ہوا۔ وہ کیسے؟ وہ اس طرح کہ بشیر احمد (اول) کی وفات پر لوگوں نے بہت مخالفت کی اور تمسخر کیا اور دل آزار باتیں کیں۔ لوگوں کی ان دکھ بھری باتوں سے حضور گوہت دکھ ہوا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشیر احمد (اول) کے مثیل کی خبر دے کر آپ کا یغم دو رکیا۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

”إِنَّ لِيْ كَانَ إِنْبَأً صَغِيرًا وَ تَكَانَ اسْمُهُ بَشِيرًا فَتَوَفَّ كَاهُ اللَّهُ فِي أَيَّامِ الِّضَّاءِ وَاللَّهُ خَيْرٌ وَأَبْقَى لِلَّذِينَ أَتَرُوا سُبْلَ التَّقْوَى وَالْأَرْتِيَاعَ فَالْأَمْمَتُ مِنْ رَّبِّيِّ إِنَّا نَرُدُّهُ إِلَيْكَ تَفَضُّلًا عَلَيْكَ۔“ ترجمہ۔ میرا ایک لڑکا جس کا نام بشیر احمد تھا شیرخواگی کے ایام میں فوت ہو گیا۔ اور حق یہ ہے کہ جن لوگوں نے تقویٰ اور خشیتِ الہی کے طریق کو اختیار کر لیا ہوا تک نظر اللہ تعالیٰ پر ہی ہوتی ہے۔ اس وقت مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم محض اپنے فضل اور احسان سے وہ تجھے واپس دیں گے (یعنی اس کا مثیل عطا ہوگا۔ سوال اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرا بیٹا عطا فرمایا۔) (روحانی خزانہ جلد ۸ صفحہ ۳۸۱ و تذکرہ ۱۳۱ تا ۱۳۲)

حضور کا یہ الہام بتارہا ہے کہ بشیر احمد (اول) تو ضروروفت ہو گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکے مثیل کی بشارت دے کر پیشگوئی کا وہ حصہ جو آپ کے متعلق تھا، زندہ رکھا۔ مزید آپ فرماتے ہیں۔

”اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہے۔ وہ اپنے کاموں میں اول العزم ہو گا۔ بخلق اللہ ما یشاء۔“ (مجموعہ اشتہارات جلد ۱ صفحہ ۱۷۹)

حضرت خلیفۃ المسٹح اول کے نام خط میں آپ فرماتے ہیں۔ ”ایک الہام میں اس دوسرے فرزند کا نام بھی بشیر رکھا۔ چنانچہ فرمایا کہ ”ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا۔“

یہ وہی بشیر ہے۔ جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ جسکی نسبت فرمایا۔ کہ وہ اول العزم ہو گا اور حسن و احسان میں تیراظی ہو گا۔ بخلق ما یشاء۔“ (مکتب ۳ رسمبر بنام حضرت خلیفۃ المسٹح اول، تجویہ تذکرہ صفحہ ۱۳۱)

”ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا۔“ یہ الہامی الفاظ بھی بتارہے ہیں کہ بشیر الدین محمود احمد، بشیر احمد (اول) کا قائم مقام اور مثیل تھا اور اس طرح وہ بشیر اول سے متعلقہ پیشگوئی کے حصے کا ہی مصدق تھا۔ ایک ضروری بات یہ کہ بشیر احمد (اول) کی وفات سے آپ بہت محتاط ہو گئے۔ بعد ازاں آپ کے ہاں مختلف اوقات میں تین بیٹے مرزا محمود احمد، مرزا بشیر احمد اور مرزا شریف احمد پیدا ہوئے۔ آپ نے اُنکے نام تقاضاً کے طور پر مصلح موعود والی صفات پر رکھ لیکن الہاما کسی بیٹے کے بارے میں بھی یہ نہیں فرمایا کہ یہی مصلح موعود ہے۔ مثلاً مرزا محمود احمد کی پیدائش پر آپ کا یہ اعلان تھا۔

”آج ۱۲ رجنوری ۹۸۸۶ء میں بھطابن ۹ رب جادی الاول ۱۳۱۱ھ روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے جس کا نام بالفعل محض تقاضاً کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے اور کامل اکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائیگی۔ مگر ابھی تک مجھ پر نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانیوں والا ہے یا وہ کوئی اور ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں اور محکم یقین سے جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدے کے موافق مجھ سے معالما کریگا۔ اور اگر ابھی اس موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں آیا تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہو گا۔“ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۹۱ حاشیہ)

اسکے بعد مرزا بشیر احمد ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء کو پیدا ہوئے اور آپ کی پیدائش پر حضور نے پرمایا۔

”یا قمر الانبیاء و امرک یتاقی۔ یسر اللہ وجہک۔ وینیر برهانک۔ سیو لدلك الولد و یعنی منک الفضل۔ ان نوری قریب۔ دیکھو صفحہ ۲۲۶“ آئینہ کمالات اسلام۔ یعنی نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام بن جائے گا۔ تیرے لئے ایک لڑکا پیدا کیا جائیگا اور فضل تجھے سے زد یک کیا جائیگا۔ یعنی خدا کے فضل کا موجب ہوگا۔ اور نیز یہ کہ شکل و شباهت میں فضل احمد سے جود و سری بیوی سے میرا لڑکا ہے مشابہت رکھے گا۔ اور میرا نور قریب ہے، (شاید نور سے مراد پسر موعود ہو)۔^{۱۵} (روحانی خزانہ جلد ۱ صفحہ ۲۲۰)

"پرمیوود" کے لفظی معانی کے مطابق حضور کے سارے لڑکے ہی پرمیوود تھے۔ لیکن آپ نے یہاں "پرمیوود" کے الفاظ بمعنی "مولود مسعود یا مصلح میوود" استعمال فرمائے ہیں۔ اب یہاں بشیر احمد کے متعلق بھی "شاید" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اسے ہرگز "مولود مسعود" نہیں کہا۔ اسکے بعد ۲۴ مریٰ ۱۸۹۵ء کو مرزا شریف احمد پیدا ہوئے اور آپ نے اس کو بھی مولود مسعود نہیں کہا۔ اسکے بعد ۱۳ جون ۱۸۹۹ء کو مرزا امبارک احمد پیدا ہوئے اور حضور نے ۲۰ فروری ۱۸۸۲ء کی مصلح میوود کی الہامی پیشگوئی واضح رنگ میں مرزا امبارک احمد پر چسپاں کر دی۔ آپ فرماتے ہیں۔

”اور میراچو تھا لکھا مبارک احمد ہے اس کی نسبت پیدائشی اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۲ء میں کی گئی۔“ (ایضاً صفحہ ۲۲۱)

پھر فرماتے ہیں۔ ”دیکھو ایک وہ زمانہ تھا جو ضمیمہ انجام آئھم کے صفحہ ۱۵ میں یہ عبارت لکھی گئی تھی:- ایک اور الہام ہے جو ۲۰۰۸ء میں شائع ہوا تھا اور وہ یہ ہے کہ خدا تین کو چار کرے گا۔ اس وقت ان تینوں لڑکوں کا جواب موجود ہیں نام و نشان نہ تھا۔ اور اس الہام کے معنی یہ تھے کہ تین لڑکے ہونگے۔ اور پھر ایک اور بیکجا جو تین کو چار کر دے گا۔ سو ایک بڑا حصہ اس کا پورا ہو گیا۔ یعنی خدا نے تین لڑکے مجھ کو اس نکاح سے عطا کئے جو تینوں موجود ہیں۔ صرف ایک کی انتظار ہے جو تین کو چار کرنیوالا ہوگا۔ اب دیکھو یہ کس قدر بزرگ نشان ہے؟“ (الاضاء صفحات ۲۲۲ تا ۲۲۳)

جب یہ چوتھا لڑکا پیدا ہو گیا تو آپ اپنی تصنیف ”تربیت القلوب“ میں اس بڑ کے متعلق فرماتے ہیں: ”سودا تعالیٰ نے میری تصدیق کیلئے اور تمام محالغوں کی تکذیب کیلئے اور عبدالحق غزنوی کو متنبیہ کرنے کیلئے اس پر چہارم کی پیشگوئی کو ۱۲ ارجون ۸۹۹ھ میں جومطابق ۲۳ صفر ۱۴۷۶ھ تھی بروز چارشنبہ پورا کر دیا یعنی وہ مولود مسعود چوتھا لڑکا تاریخ مذکورہ میں پیدا ہو گیا۔“ (ایضاً صفحہ ۲۲۱)

الہامی پیشگوئی میں مصلح موعود کی ایک نشانی یا علامت یہ تھی:- ”اور وہ تین کو چار کرنیوالا ہو گا۔“ حضور اس علامت یا نشانی کو مرزا مبارک احمد پر اس طرح چپا کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ”سو صاحبہ دن آگیا اور وہ چوتھا لڑکا جس کا ان کتابوں میں چار مرتبہ وعدہ دیا گیا تھا۔ صفر کے ایسا یہ کی چوتھی تاریخ میں بروز چار شنبہ پیدا ہو گیا۔ عجیب بات ہے کہ اس لڑکے کیسا تھے چار کے عد کو ہر ایک پہلو سے تعلق ہے۔ اسکی نسبت چار پیشگوئیاں ہوئیں۔ یہ چار صفر کے ایسا یہ کو پیدا ہوا۔ اسکی پیدائش کا دن ہفتہ کا چوتھا دن تھا یعنی بدھ۔ یہ دو پھر کے بعد چوتھے گھنٹے میں پیدا ہوا۔ یہ خود چوتھا تھا۔“ (ایضاً صفحہ ۲۲۳)

ان حوالہ جات سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے صاحبزادہ مبارک احمد کو ”مولود مسعود“ قرار دے کر واضح رنگ میں اسے ۲۰ ربیوی ۱۸۸۲ء کی الہامی پیشگوئی کا مصداق قرار دے دیا۔ لیکن بعد ازاں ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء کو مبارک احمد بھی فوت ہو گئے۔ لیکن مبارک احمد کی وفات کے بعد اسی دن یعنی ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء کے دن اللہ تعالیٰ نے پھر حضورؐ کو ایک حیلمند غلام کی بشارت دیدی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

۲۰۔ رفروری ۱۸۸۱ء کی الہامی پینگلوئی میں مصلح موعود کی ایک علامت اس کا "حليم" ہونا بھی ہے۔ حضور اپنے اشتہار ۵ رنومبر ۱۹۰۴ء میں فرماتے ہیں۔

”لیکن خدا کی قدر توں پر قربان جاؤں کہ جب مبارک احمد فوت ہوا۔ ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا۔ إِنَّا نُبَشِّرُكُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ۔ يَنْذِلُ مَنِزِلَ الْمُبَارَكِ۔ ترجمہ۔ یعنی ایک حلیم لڑکے کی ہم تجھے خوشخبری دیتے ہیں جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا اور اس کا قائم مقام اور اس کا شیبیہ ہو گا لہیں خدا نے چاہا کہ دشمن خوش ہو۔ اسلئے اُس نے بھر دفات مبارک احمد کے ایک دوسرے لڑکے کی بشارت دے دی تا یہ سمجھا جائے کہ مبارک احمد فوت نہیں ہوا بلکہ زندہ ہے۔“ (تذکرہ صفحہ ۲۲۲۔ بحوالہ مجموعہ اشتہرات جلد سوم صفحہ ۵۸۷)

ستمبر کے ۹۰ءے۔ ”خواب میں دیکھا کہ ایک پانی کا گڑھا ہے۔ مبارک احمد اس میں داخل ہوا اور غرق ہو گیا۔ بہت تلاش کیا گیا مگر کچھ پتے نہیں ملا۔ پھر آگے چلے گئے تو اسکی بجائے ایک اور لڑکا بیٹھا ہے۔“ (تذکرہ صفحہ ۲۱۸، محوالہ بدر جلد نمبر ۶ نمبر ۳۸۸ مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۵)

الہامی پیشگوئی کا اصل مصدق

اب میں ۲۰ فروری ۱۸۸۲ء کی الہامی پیشگوئی کے اصل مصدق ”رکی غلام تھے ازماں“ پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالتا ہوں۔ اس موعود غلام سے متعلق آپ کو بشارت آپ کی دوسری شادی سے پہلے ہی شروع ہو گئی تھی۔ جیسا کہ غلام سے متعلق درج ذیل مبشر الہامات کی ترتیب سے ظاہر ہے۔

(۱) ۱۸۸۲ء۔ (تخمیناً)

”عرصہ تخمیناً اخبارہ برس کا ہوا ہے کہ میں نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر چند آدمیوں کو ہندوں اور مسلمانوں میں سے اس بات کی خبر دی کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَسِينٍ۔ یعنی ہم تجھے ایک حسین غلام کے عطا کرنے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ (روحانی خزانہ جلد ۱۵ صفحہ ۲۰۰۔ بحوالہ تذکرہ صفحہ ۲۹)

(۲) ۱۸۸۲ء۔

”میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جتو نے مجھ سے مانگا۔۔۔۔۔ سو تجھے بشارت ہو۔ کہ ایک وجہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔۔۔۔۔ (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۲ء، مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲۔ بحوالہ تذکرہ صفحہ ۱۰۹)

(۳) ۱۸۹۲ء۔

”إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ“۔ یعنی ہم تجھے ایک غلام کی بشارت دیتے ہیں۔ (تذکرہ صفحہ ۲۱۳۔ بحوالہ روحانی خزانہ جلد ۹ صفحہ ۳۰ حاشیہ)

(۴) ۱۸۹۶ء۔

”إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءُ كَانَ اللَّهُ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ۔“ ترجمہ۔ ہم تجھے ایک حلیم غلام کی بشارت دیتے ہیں جو حق اور بلندی کا مظہر ہو گا گویا خدا آسمان سے اُتر۔ (تذکرہ صفحہ ۲۳۸۔ بحوالہ روحانی خزانہ جلد ۱۱ صفحہ ۲۲)

(۵) ۱۳ اپریل ۱۸۹۹ء۔

”اصِرِ مَلِيَّا سَاهِبُ لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا۔“ یعنی کچھ تھوڑا عرصہ صبر کر میں تجھے ایک زکی غلام عنقریب عطا کروں گا۔ (تذکرہ صفحہ ۷۔ بحوالہ روحانی خزانہ جلد ۱۵ صفحہ ۲۱۶)

(۶) ۲۶ دسمبر ۱۹۰۵ء۔

”إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ تَّافِلَةَكَ تَّافِلَةَكَ نَافِلَةَ مَنْ عَنِيَّـ۔“ ہم تجھے ایک غلام کی بشارت دیتے ہیں۔ وہ تیرے لیے نافلہ ہے۔ ہماری طرف سے نافلہ ہے۔ (تذکرہ صفحہ ۵۰۰)

بحوالہ روحانی خزانہ جلد ۲۲ صفحہ ۲۲۹)

(۷) مارچ ۱۹۰۲ء۔

”إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ تَّافِلَةَكَ۔“ ہم ایک غلام کی تجھے بشارت دیتے ہیں۔ جو تیرے لیے نافلہ ہو گا۔ (تذکرہ صفحہ ۵۱۹۔ بحوالہ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۱۰۰ مارچ ۱۹۰۲ء صفحہ ۱)

(۸) ۱۹۰۲ء۔

”إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءُ كَانَ اللَّهُ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ۔“ ہم ایک غلام کی تجھے بشارت دیتے ہیں جو حق اور اعلیٰ کا مظہر ہو گا۔ گویا آسمان سے خدا اُترے گا۔ (تذکرہ صفحہ ۵۵۳۔ بحوالہ روحانی خزانہ جلد ۲۲ صفحہ ۹۹ تا ۹۸)

(۹) اکتوبر ۱۹۰۲ء۔

”إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ۔“ ہم تجھے ایک حلیم غلام کی بشارت دیتے ہیں۔ (تذکرہ صفحہ ۲۱۹۔ بحوالہ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۳ مورخہ ۱۹۰۲ء صفحہ ۱)

(۱۰) ۲، ۷ نومبر ۱۹۰۲ء۔ ”سَاهِبُ لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا۔ رَبِّ هَبْ لِي دُرْيَةً طَيِّبَةً۔ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَى۔ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ۔۔۔ آمدِنِ عید مبارک بادت۔ عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو۔“ (تذکرہ صفحہ ۲۲۶۔ بحوالہ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۰، ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۳) ترجمہ۔ میں ایک زکی غلام کی بشارت دیتا ہوں۔ اے میرے خدا پاک اولاد مجھے بخش۔ میں تجھے ایک غلام کی بشارت دیتا ہوں جس کا نام یحییٰ ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے اصحابِ فیل کیسا تھک کیا کیا۔

جیسا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۲ء کے اشتہار میں مندرج الہامی پیشگوئی کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ اس میں نہ صرف موعود غلام کی بشارت دی گئی ہے بلکہ اس میں موعود غلام کی دیگر علامات اور خصوصیات بھی تفصیل ایجاد فرمائی گئی ہیں۔ اس مفصل الہامی پیشگوئی کے بعد غلام کی بشارت سے متعلق جو کلام الہی چھوٹے ٹکڑوں کی صورت میں نازل ہوا۔ ان

میں غلام کی جو علامات اور خصوصیات بیان فرمائی گئی ہیں وہ کوئی نئی نہیں بلکہ یہ وہی علامات ہیں جو ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں مندرج الہامی پیشگوئی میں بیان فرمائی گئی ہیں۔ مثلاً ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں مندرج الہامی پیشگوئی میں موعود غلام کی دیگر علامات کے علاوہ اُسے (۱) زکی (۲) مظہر الحق و العلّا ﷺ کا آنکھ نزول من السّماء (۳) حليم اور سخت ذہین فہیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جانے والا بتایا گیا ہے۔

موعود غلام سے متعلق وہ چھوٹے چھوٹے مبشر الہامات جو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے بعد نازل ہوئے ان میں بھی زیادہ تر یہی علامات بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً ۱۸۹۳ء میں نازل ہونے والے مبشر الہام میں غلام کی جو علامات بیان فرمائی گئی ہیں ان میں اسے حلیم اور مظہر الحق و العلاءؑ کا ان اللہ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ بیان فرمایا گیا ہے۔ ۱۳ اپریل ۱۸۹۹ء میں نازل ہونے والے مبشر الہام میں غلام کو ذکر بیان فرمایا گیا ہے۔ ۱۹۰۲ء میں نازل ہونے والے مبشر الہام میں غلام کو پھر مظہر الحق و العلاءؑ کا ان اللہ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ بیان فرمایا گیا ہے۔ ۱۳ ستمبر ۱۹۰۴ء اور ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۴ء میں نازل ہونے والے مبشر الہامات میں غلام کو حلیم بیان فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح غلام کی بشارت سے متعلق آخری الہام جو ۲۶ نومبر ۱۹۰۴ء کو نازل ہوا تھا۔ اس میں غلام کو پھر ذکر اور تجھی بیان فرمایا گیا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ ۲۰ رفروری ۱۸۸۲ء کے بعد غلام کی بشارت سے متعلق نازل ہونے والے الہامات میں من و عن وہی علامات ہیں اور انہیں الفاظ میں بیان کی گئی ہیں جو ۱۸۰۰ء کے اشتہار میں مندرج تفصیلی الہامی پیشگوئی میں درج ہیں۔ ظاہر صرف ایک علامت کا لفظی فرق ہے۔ وہ یہ کہ ۲۰ رفروری ۱۸۸۲ء کے اشتہار میں مندرج الہامی پیشگوئی میں موعود غلام کو ”سخت ذہین و فہیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جانے والا“ بتایا گیا ہے جبکہ ۲۷ نومبر ۱۹۰۷ء کو نازل ہونے والے آخری مبشر الہام میں اُسے سیکھی کے نام سے پکارا گیا ہے۔ حالانکہ یہ کوئی اختلاف نہیں بلکہ ایک ہی علامت کو مختلف الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ سخت ذہین و فہیم ہونا اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جانا کے الفاظ دراصل لفظیکی کے قائم مقام ہیں۔ کیونکہ جو شخص علم کو زندہ رکھتا ہے علم اُسے زندہ رکھتا ہے۔ علم کو زندہ کرنے والا خود زندہ ہو جاتا ہے اور لفظیکی کے بھی یہی معنی ہیں ”ہمیشہ زندہ رہنے والا“۔

مندرجہ بالا دلائل سے یہ بات بالکل واضح اور قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ ۲۰ رفروری ۱۸۸۴ء کے بعد غلام سے متعلق چھوٹے چھوٹے گلوؤں میں نازل ہونے والی الہامی بشارات درحقیقت اُسی ایک زکی غلام سے متعلق ہیں جس کی بشارت ۲۰ رفروری ۱۸۸۴ء کے اشتہار میں مندرج تفصیلی الہامی پیشگوئی میں دی گئی تھی۔ یہاں پر ایک اور بات کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اگر غلام کی بشارت پر مشتمل کسی الہام کے حضور علیہ السلام نے یہ معنی کئے ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جسمانی بیٹھا عطا فرمائے گا اور پھر بعد میں بیٹھا پیدا بھی ہو گیا تب بھی کوئی حرج کی بات نہیں کیونکہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ ایک مبشر الہام کو مختلف شکلؤں میں پورا فرمادیتا ہے۔ لیکن ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ اپنے مبشر الہام کے اصلی معنی اور اُسکی اصلی روح کو ضائع ہونے کا مشتبہ ہونے سے بچالیتا ہے۔ بلکہ قطعی طور پر اُسکی حفاظت فرمادیتا ہے۔ میرے ان الفاظ کی مزید وضاحت آگے چل کر ہو گی۔

اب پھر میں ان دو موعودنشانوں کی طرف توجہ مبذول کرواتا ہوں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دونشان عطا فرمانے کا وعدہ دیا تھا۔ ان دونشانوں میں سے ایک نشان ”ویجہہ اور پاک لڑکا“ ہے اور دوسرا نشان ”زکی غلام“ ہے۔ جہاں تک لڑکے کی بشارت کا تعلق ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ موعود لڑکا آپ کا جسمانی فرزند تھا۔ کیونکہ لفظ ”لڑکا“ کی تشریح خود الہامی پیشگوئی میں موجود ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”وہ لڑکا تیرے ہی تھم سے تیری ہی ذریت نسل ہوگا۔“ لفظ ”تھم“، مزیداً لگلے الہامی الفاظ ”ذریت نسل“ کی بھی تفسیر کرتا ہے۔ کہ یہاں ذریت نسل سے مراد حضور علیہ السلام کی جسمانی ذریت نسل ہے۔

جہاں تک دوسرے نشان یعنی ”زکی غلام“ کا تعلق ہے تو لفظ ”غلام“ ایک متشابہ اور ذو معنی لفظ ہے۔ لفاظ لڑکے کی طرح الہامی پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے لفظ ”غلام“ کی کوئی تشریح کیا تھی سریں بیان نہیں فرمائی اور اس طرح اس لفاظ کا وہ حقیقی مفہوم جس میں اسے استعمال فرمایا گیا ہے وہ پوشیدہ رہتا ہے۔ مزید برآں ہم دیکھتے ہیں کہ الہامی لفظ ”غلام“ کیسا تھا بریکٹ میں لفاظ لڑکا لکھا ہوا ہے۔ ہم کا لفظ ”غلام“ کے متعلق یہ اپنا جتھا دا اور قیاس ہے۔ ورنہ الہامات بریکٹ میں نازل نہیں ہوا کرتے۔ اللہ تعالیٰ بعض پیشگوئیوں کے ذریعے اپنے بندوں کا امتحان بھی لیا کرتا ہے۔ مثال کے طور پر ۲۰ فروری ۱۸۸۴ء کے اشتہار میں مندرج الہامی پیشگوئی میں بھی ایک ابتلاء ہے۔ جب سے یہ الہامی پیشگوئی نازل ہوئی ہے اس وقت سے لے کر اب تک یہ پیشگوئی سلسلہ عالیہ احمدیہ کیلئے ایک ابتلاء کی صورت بنی آ رہی ہے۔

سکتہ تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ وضاحت کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرے نشان کی بشارت لفظ ”لڑکا“ کی بجائے لفظ ”غلام“ میں عطا فرمائی اور اس طرح دوسرے نشان کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جسمانی بیٹا ہونے کی شرط نہ ہی اور صرف روحانی فرزند ہونے کی شرط ہی یعنی آپکا پیر و کار ہونے کی۔ غلام کا حضور علیہ السلام کا جسمانی بیٹا ہونا صرف حضور علیہ السلام کا پناہ آتی اجتہاد تھا اور قیاس تھا ورنہ الہامی پیشگوئی میں کوئی ایسی شرط نہیں ہے۔ غلام کا لفظ ذمہ دار ہے عربی زبان کا یہ لفظ عام طور پر دو معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ اولاً جسمانی یا حقیقی بیٹا کے معنی میں اور ثانیًا نوکر، خادم اور ملازم ہونے کے معنی میں۔ کلام پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کو ان دونوں معانی میں استعمال فرمایا ہے۔

۲۰: سورۃ یوسف آیت:

”وَجَاءَهُ مُسْكِنٌ سَيِّارٌ قَافَّا رَسْلُوا وَأَرِدَهُمْ فَأَدْلَى دَلْوَهُ قَالَ يَبْشِّرُهُ إِنَّهَا غُلْمَمٌ وَأَسْرُرُهُ بِضَعَةٌ وَاللَّهُ عَلَيْهِ مَا يَعْمَلُونَ۔“ ترجمہ۔ اور ایک قافلہ آیا اور انہوں نے اپنا پانی نکالنے والا بھجا تو اس نے اپنا ڈول ڈال دیا۔ اس نے کہا ہے (قافلہ والو) خوشخبری! یہ تو ایک لڑکا ہے۔ اور انہوں نے اسے ایک پونچ کے طور پر چھپا لیا اور اللہ تعالیٰ سے خوب جانتا تھا جو وہ کرتے تھے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ سورۃ آل عمران آیت ۲۱ میں فرماتا ہے۔

”قَالَ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلْمَمٌ وَقَدْ بَلَغَنِي الْكَبُرُ وَأَمْرَأَتِي عَاقِرَ قَالَ كَذَلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ۔“ ترجمہ۔ اس نے کہا اے میرے رب! میرے کیسے بیٹا ہو گا جبکہ مجھے بڑھاپے نے آیا ہے اور میری بیوی بانجھے ہے۔ اس نے کہا اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ان دونوں آیات کریمہ میں لفظ غلام استعمال ہوا ہے اور دونوں آیات میں اسکے معانی مختلف ہیں۔ سورۃ یوسف آیت ۲۰ میں لفظ غلام نوکر، خادم یا ملازم کے معنی میں استعمال ہوا ہے جبکہ آل عمران کی آیت ۲۱ میں اللہ تعالیٰ نے اسے جسمانی یا حقیقی بیٹا کے معنی میں استعمال فرمایا ہے۔ ویسے بھی ہم جانتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام ان قافلہ والوں کا جن کو آپ کنوں میں نظر آئے تھے جسمانی بیٹا نہیں تھے۔ بلکہ صرف نوکر، خادم یا ملازم ہی ہو سکتے تھے۔ اسی طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت ذکریا علیہ السلام کے جسمانی یعنی حقیقی بیٹا تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک غلام کا وعدہ عطا فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی اس لفظ غلام سے کیا مراد تھی؟ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ لفظ جسمانی یا حقیقی بیٹا کے معنی میں استعمال فرمایا ہے یا محض خادم یا فرمانبردار کے معنی میں؟ اس سلسلے میں میری گذارش ہے کہ اگرچہ موعود غلام سے متعلق مبشر کلام الہی میں اللہ تعالیٰ نے لفظ غلام کی اپنے الفاظ میں کوئی تشریح نہیں فرمائی لیکن پھر بھی اپنے حکیمانہ کلام میں اسکی ماہیت کو خوب کھول کر بیان کر دیا ہے اور لفظ غلام کے حقیقی مفہوم کی خوب حفاظت فرمائی ہے۔ غلام مسیح ازماں سے متعلق مبشر کلام الہی کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ موعود غلام مسیح ازماں، حضور علیہ السلام کا کوئی با برکت جسمانی فرزند نہیں تھا۔ بلکہ یہ کوئی آپکا فرمانبردار یا محض روحانی فرزند ہے۔ اسکی درج ذیل وجہات ہیں۔

(اولاً) اس لیے کہ موعود غلام کی بشارت پر مشتمل الہامات کا سلسلہ قریباً ۱۸۸۱ء سے شروع ہو کر حضور علیہ السلام کی وفات سے تھوڑا سا پہلے یعنی نومبر ۱۹۰۷ء تک جاری رہتا ہے۔ اس دوران امام آخر الزماں کے ہاں پانچ فرزند پیدا ہوئے۔

(۱) بشیر احمد (اول)۔ پیدائش ۲۸۸۱ء اور وفات ۳ نومبر ۱۸۸۸ء۔

(۲) بشیر الدین محمود احمد۔ پیدائش ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء۔

(۳) بشیر احمد۔ پیدائش ۱۰ اپریل ۱۸۹۳ء۔

(۴) شریف احمد۔ پیدائش ۲۳ مئی ۱۸۹۵ء۔

(۵) مبارک احمد۔ پیدائش ۱۳ اگرجنون ۱۸۹۹ء۔

مبارک احمد کی پیدائش کے بعد حضور کے ہاں کوئی نرینہ اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ غلام سے متعلق مبشر الہامات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا سلسلہ نزول حضور کے کسی با برکت فرزند کی پیدائش کے بعد منقطع نہیں ہوا بلکہ تقریباً آپ کے وصال تک جاری رہتا ہے۔ اگر ”غلام“ کا مصدق حضور کے کسی جسمانی بیٹے کو ہبھرا میں تو مبشر وجود کی پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکی بشارت پر مشتمل الہامات کا نازل کرنا بے معنی بن جاتا ہے حالانکہ کلام اللہ تو انتہائی حکیمانہ کلام ہوتا ہے۔ ایسی غلطی تو کسی معقول انسانی کلام میں بھی نہیں پائی جاتی چہ جایکہ کلام اللہ میں ہو۔ موعود غلام سے متعلق الہامات الہی کا سلسلہ حضور علیہ السلام کے کسی جسمانی فرزند کی پیدائش کے بعد منقطع نہ ہونا بلکہ آپ کی وفات تک جاری رہنا اس امر پر **قطعی دلیل** ہے کہ موعود غلام حضور علیہ السلام کا کوئی جسمانی فرزند نہیں تھا بلکہ یہ کوئی اور ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کی بدولت حضور علیہ السلام کی روحانی توجہ اور دعا

کے نتیجے کے طور پر آپکار روحانی فرزند یا غلام ہونے کی نعمت عظیمی کو پانا تھا۔

(ثانیاً) وہ کلام الٰہی جو آنحضرت ﷺ کے مبارک اور حسین دل پر نازل ہوا تھا اور وہ جو قیامت تک کیلئے نوع انسان کیلئے ہدایت، نور، فرقان اور حکم ہے وہ بھی اسی امر کی تصدیق کرتا ہے کہ الٰہی بشارت ہمیشہ پبلے ہوا کرتی ہے اور مبشر و جود بشارت کے بعد کسی وقت پیدا ہوا اور ظاہر ہوا کرتا ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارتیں عطا فرمائیں اور بشارت کے وقت ان مبشران بیان علیہم السلام کا کوئی وجود نہیں تھا اور آپ سب بشارتوں کے بعد پیدا ہوئے اور یہ حقیقت درج ذیل آیات کریمہ کو پڑھنے سے خوب کھل جاتی ہے۔ (۱) سورۃ الحج ۷۰ آیات: ۷۰ تا ۷۷ (۲) سورۃ الحج ۵۲ آیات: ۵۲ تا ۷۷۔ (۳) سورۃ ذاریات آیات: ۲۵ تا ۳۱۔ اسی طرح حضرت یکی علیہ السلام بھی بشارت کے بعد پیدا ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بشارت کے بعد پیدا ہوئے۔ اسی طرح درج ذیل آیت کریمہ میں بھی بشارت موجود ہے

”إِذْ قَالَ اللَّهُ يَعِيسَى إِنِّي مُنْتَوْفِيكَ وَرَأْفِعُكَ إِلَىٰ وَمُطْهِرُكَ مِنَ الظُّنُنِ كَفُرُوا—“ (آل عمران- ۵۶) ترجمہ۔ جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ! یقیناً میں تجھے (طبع طور پر) وفات دونگا اور تجھے اپنے حضور میں عزت بخشونگا اور کافروں (کے اذمات) سے تجھے پاک کرو گا۔“ مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تین بشارتیں عطا فرمائیں۔

(۱) طبعی طور پر وفات دینے کی بشارت (۲) عزت بخشنے کی بشارت (۳) کافروں کے اذمات سے پاک کرنے کی بشارت۔ بشارت سے متعلقہ تینوں واقعات بشارت پانے کے بعد رونما ہوئے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید اس امر کی تصدیق فرماتا ہے کہ بشارت پہلے ہوتی ہے اور بشارت سے متعلقہ واقعہ بعد میں رومنا ہوتا ہے۔ اور اس سنت اللہ کی روشنی میں جب ہم غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود سے متعلقہ مبشر کلام الٰہی کو دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں درج ذیل دونتائی پر پہنچاتا ہے۔

(۱) کوئی بھی ایسا شخص جو غلام مسیح الزماں سے متعلق نازل ہونے والے آخری مبشر الہام جو کہ ۲۷ نومبر ۱۹۰۴ء کو نازل ہوا تھا، سے پہلے پیدا ہوا، خواہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی ذریت میں داخل تھا یادوں روحانی اور جسمانی ذریت میں داخل تھا، مصلح موعود سے متعلقہ الہامی پیشگوئی کا وہ مصدقہ نہیں ہو سکتا۔ اور ایسے کسی بھی شخص کا دعویٰ مصلح موعود ناجائز ہوگا اور قبل غور نہیں ہوگا۔

(۲) ہر وہ شخص جو غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود سے متعلق نازل ہونے والے مبشر الہام جو کہ ۲۷ نومبر ۱۹۰۴ء کو نازل ہوا تھا، کے بعد پیدا ہوا، خواہ وہ حضور علیہ السلام کی روحانی ذریت میں داخل ہو یادوں روحانی اور جسمانی ذریت میں داخل ہو، غلام مسیح الزماں سے متعلقہ الہامی پیشگوئی کا مصدقہ ہو سکتا ہے۔ جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جسمانی اور روحانی ذریت کا تعلق ہے ابھی تک اس میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں گزر ا جو غلام مسیح الزماں سے متعلقہ مبشر کلام الٰہی کے منقطع ہو جانے کے بعد پیدا ہوا اور پھر اس نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر موعود مصلح یا غلام مسیح الزماں ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہو۔

نو سالہ معیاد کا شہبہ

خلیفہ ثانی اپنی کتاب ”الموعود“ میں ”نو سالہ معیاد“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

”پھر اشتہارات میں آپ نے یہی تحریر فرمادیا تھا کہ ایسا لڑکا بوجہ الہام الٰہی ۹ سال کے عرصہ میں ضرور پیدا ہو جائے گا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ الہام الٰہی اسکی پیدائش کو ۹ سال میں ضروری تر ارادتیتا ہے یہاں اجتہاد کا کوئی سوال نہیں بلکہ آپ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا یہ الہام ہے کہ وہ لڑکا ۹ سال کے اندر ضرور پیدا ہو جائیگا۔ پس تین یا چار سو سال کے بعد اگر کوئی شخص اس پیشگوئی کے مصدقہ ہونے کا دعویٰ کرے تو بہر حال ایسا شخص ہی اسکے مصدقہ ہونے کا اعلان کر سکتا ہے۔ جو پیدا ۹ سال میں ہوا ہو لیکن ظاہر تین سو یا چار سو سال کے بعد ہوا ہو۔ کیونکہ الہام اس بات کی تیزی کرتا ہے کہ آنیوالے موعود کو بہر حال ۲۰ فروری ۱۸۸۵ء سے ۲۰ فروری ۱۸۹۵ء تک کے عرصہ کے اندر اندر پیدا ہو جانا چاہیے اس عرصہ کے بعد پیدا ہو نیوالا کوئی شخص اس پیشگوئی کا مصدقہ نہیں ہو سکتا۔“ (الموعود۔ انوار العلوم جلد ۱ صفحات ۱۱۵ تا ۱۲۵)

اس ضمن میں میری گزارش ہے کہ اولاً ”اللہ تعالیٰ کا یہ الہام ہے کہ وہ لڑکا ۹ سال کے اندر ضرور پیدا ہو جائیگا۔“ یہ الہام دکھایا جائے کہ کہاں ہے؟ ایسا کوئی الہام نہیں۔ یہاں حضور کے اصل الفاظ کو بدلت کر لکھا گیا ہے۔ آپکے الفاظ نہیں تھے۔ حضور فرماتے ہیں۔ ”لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بوجہ وعدہ الٰہی ۹ برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہو گا خواہ جلد ہو خواہ دیر سے۔ بہر حال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائیگا۔“ (مجموعہ اشتہارات جلد ۱ صفحہ ۱۱۳)

کیا حضور کے ان الفاظ میں کسی الہام کا ذکر ہے۔ ہرگز نہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الہی یعنی وہ وعدہ جو اللہ تعالیٰ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے الہامی پیشگوئی میں موعود "وجیہہ اور پاک لڑکے" کے متعلق کہا تھا، نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔ یہاں وعدہ سے مراد نہیں بلکہ الہامی پیشگوئی میں مذکور لڑکے کا وعدہ ہے۔ اور نو سال حضور کا پناہ اجتہاد اور قیاس تھا۔

ثانیاً۔ ۲۰ فروری ۱۸۹۵ء سے لے کر ۲۰ فروری ۱۸۹۵ء تک کے عرصہ کے اندر اندر آپ کے اجتہاد کے مطابق جس موعود لڑکے (موعود زکی غلام نہیں) نے پیدا ہونا تھا وہ تو ممثیل بشیر احمد (اول) کی صورت میں مرزا بشیر الدین محمود احمد کے نام سے پیدا ہو گیا۔ لیکن حضور کے الفاظ کے مطابق مصلح موعود، موعود لڑکے کی بجائے موعود زکی غلام ہے۔

ثالثاً۔ مصلح موعود یعنی موعود زکی غلام کی پیدائش ۶، ۷ نومبر ۱۹۰۴ء کے بعد ہوئی تھی کیونکہ اسکی پیدائش کے متعلق آخری مبشر الہام ۲، ۷ نومبر ۱۹۰۴ء کو ہوا تھا۔

رابعًا۔ ہاں اگر اس زمانے میں کسی نے یہ کہا تھا کہ موعود مصلح تین یا چار سو سال کے بعد آیا گا تو یہ غلط تھا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی غلط تھا کہ وہ موعود مصلح یا مجدد حضور کی ہی صدی یعنی چودھویں صدی ہجری میں آکر بعض ایسی اغلاط کی اصلاح کرتا جس کی نعوذ باللہ آپ نہ کر سکے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت امام مہدیؑ مجدد اعظم تھے اور آپ نے جو تجدید کی ہے اسکے بعد ظاہر کسی مصلح یا مجدد کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن اسکے باوجود آپ کو آپ کی زندگی میں ہی ایک مصلح یا مجدد موعود کی خبر مل گئی تھی۔ اس بشارت یا خبر ملنے کا مطلب یہ تھا کہ آپ کے بعد آپ کی جماعت میں ہی کوئی علیین جرم ہونا تھا جس کی اصلاح اس موعود مصلح یا مجدد کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ جہاں تک اس مصلح یا مجدد کے آنے کے وقت کا سوال ہے تو اس نے آنحضرت ﷺ کی حدیث کے مطابق چودھویں صدی کے اختتام یا پندرہویں صدی کے مصلح اور مجدد کی حیثیت میں آنا ہے۔ جیسا کہ ہر مجدد پہلے فرمودہ رسول ﷺ کے مطابق اس نے مکتوب آثار ہا۔

خلیفہ ثانی اپنی کتاب الموعود میں "مصلح موعود کی پیدائش بشیر اول کیستھ مقدرتی" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

"پھر فرمایا کہ الہام الہی نے بتایا تھا کہ:- ☆ اسکے ساتھ فضل ہے جو اسکے آنے کیستھ آیا گا ☆ اس سے بھی ظاہر ہے کہ مصلح موعود کی پیدائش بشیر اول کیستھ وابستہ ہوئی چاہیے ورنہ یہ کیونکہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ بشیر اول فوت ہو جائے اور اسکے تین یا چار سو سال کے بعد مصلح موعود ظاہر ہو اور اسکے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ بشیر اول کیستھ آیا ہے۔" (الموعود۔

انوار العلوم جلد ۷ اصنفات (۵۱۲)

یہ بھی قطعی طور پر غلط استدلال ہے۔ اسکی درج ذیل وجوہات ہیں۔

(۱) پہلی وجہ یہ کہ دونا نوں "وجیہہ اور پاک لڑکا اور زکی غلام" میں مصلح موعود، زکی غلام ہے نہ کہ لڑکا۔ الہام الہی کے مطابق بشیر احمد اول کی پیدائش کیستھ اسکے ممثل یعنی بشیر الدین محمود احمد کی پیدائش مقدرتی نہ کہ زکی غلام یعنی مصلح موعود کی۔

(۲) دوسری وجہ یہ کہ زکی غلام کی پیدائش کے متعلق مبشر الہامات بتارہے ہیں کہ اُس نے اپنی پیدائش کے آخری مبشر الہام (۲، ۷ نومبر ۱۹۰۴ء) کے بعد کسی وقت پیدا ہونا تھا نہ کہ بشیر احمد اول کی پیدائش کیستھ۔

(۳) وقت کے لحاظ سے اُس نے اس وقت پیدا ہونا تھا جبکہ وہ فرمودہ رسول ﷺ کے مطابق پختہ جوان ہو کر چودھویں صدی ہجری کے اختتام یا پندرہویں صدی ہجری کے پراللہ تعالیٰ سے علم پا کر دعویٰ مصلح موعود کرتا۔ ایک صدی کافاصلہ، زیادہ فاصلہ نہیں اور اس سے یعنی صدی ہجری کے فاصلہ سے مراد روحانی دنیا میں "ساتھ" ہی ہوتا ہے۔ ویسے بھی ایک صدی کے فاصلہ سے تو پہلے ہی سابقہ مجدد دین امت مسلمہ میں آتے رہے ہیں۔

پر موعود سے مراد

پر موعود کی اصطلاح کا جماعت میں کافی استعمال ہوتا ہے اور ہمیں بخوبی علم ہونا چاہیے کہ اس سے کیا مراد ہے؟ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے حضور کو جود و نشان عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا تھا تو یہ دونوں نشانات ہی دراصل دو (۲) پر موعود ہیں۔ ان میں سے ایک "وجیہہ اور پاک لڑکا" تو الہام الہی کے مطابق جسمانی پر موعود تھا اور دوسرا "زکی غلام" الہام الہی کے مطابق روحانی پر موعود ہے۔ آپ اسے یعنی روحانی پر موعود کو مولود مسعود یا مصلح موعود قرار دیتے رہے ہیں۔

خلیفہ ثانی الموعود کے صفحہ ۳۸۹ پر رقمطر از ہیں۔ "پھر حضرت غلیفہ اول" کے نام حضرت مسیح موعود اپنے خط میں ایک الہام تحریر فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں تو یوسف کی یاد کرتے کرتے یا تودیوانہ ہو جائیگا یا ہلاک ہو جائیگا یعنی تیرے زمانہ میں وہ ظاہر نہیں ہوگا مگر فرماتا ہے شاہتِ الوجوہ۔ ان دشمنوں کے منہ کا لے ہو جائیں گے۔ اور تو پر ایوسف کو دیکھے گا۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں اس موعود کا پیدا ہونا ضروری ہے ورنہ حضرت یوسف اور حضرت یعقوب کی مثال کے کیا

معنے ہو سکتے ہیں۔ حضرت یوسف اور حضرت یعقوب کی مثال اسی صورت میں چپاں ہو سکتی تھی جب آپ کو بھی اپنا یوسف زندگی میں مل جاتا کیونکہ حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کو اپنی زندگی میں دیکھ لیا تھا۔ نہیں ہوا کہ انکی وفات کے تین سو سال کے بعد کہیں انکی نسل کو یوسف کا پوتہ لگا ہو۔“

خلیفہ ثانی کا یہ استدلال بھی قطعی طور پر غلط اور بد دینتی پر بنی ہے۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ گو حضرت مسیح موعودؑ اجتہادی طور پر یہ خیال تھا کہ اولاً۔ ”وجیہہ اور پاک لڑکا“ کی پیشگوئی کے مصدقہ بشیر احمد اول تھے اور ”زکی غلام“ کی پیشگوئی کے مصدقہ بشیر ثانی یعنی بشیر الدین محمود احمد تھے۔

ثانیاً۔ یہ کہ آپ ”زکی غلام“ یعنی مصلح موعود کو اپنی اولاد میں ڈھونڈتے رہے۔ یہ حضورؐ کا اجتہاد و خیال بھی تھا اور آپ کی خواہش بھی۔ میں اس سے انکار نہیں کرتا۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ امام مہدیؑ کی خواہش کے مطابق ”زکی غلام“ آپ کے کسی جسمانی لڑکے کو بنادیتا تو پھر خلیفہ ثانی کے خیال کے مطابق حضرت یعقوب اور حضرت یوسف کے واقعہ کی مشابہت شاید ضرور پیدا ہو جاتی لیکن یہ بھی ضروری نہیں تھا۔ کیونکہ بعض اوقات کسی کا جسمانی بیٹا اسکی اپنی موت کے بعد پیدا ہوتا ہے جسے وہ اپنی زندگی میں اپنی آنکھوں سے دیکھنیں پاتا۔ دنیا میں ایسی سینکڑوں مثالیں ہو گئی۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور ہو گیا۔ حضورؐ کی خواہش کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کے کسی جسمانی بیٹے کو ”زکی غلام“ کی پیشگوئی کا مصدقہ نہیں۔ بنیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہی پسند فرمایا کہ ”زکی غلام“ کی پیشگوئی کا مصدقہ آپ کا کوئی روحانی فرزند ہو جیسا کہ اس کلام الہی سے ثابت ہے جو آپ پر نازل ہوا۔ جہاں تک روحانی فرزند کا تعلق ہے تو اُس کیلئے ضروری نہیں کہ وہ اپنے روحانی باپ کی زندگی میں پیدا بھی ہو جائے اور ظاہر بھی ہو جائے۔ مثلاً آنحضرت مصطفیٰ ﷺ کا روحانی فرزند حضرت امام مہدیؑ یعنی حضرت مرزا غلام احمد تھے اور آپ حضور مصطفیٰ ﷺ کے تیرہ صد یاں بعد پیدا ہوئے اور ظاہر ہوئے۔ اور اسی طرح حضرت امام مہدیؑ کے روحانی فرزند یعنی مصلح موعود کو بھی جیسا کہ میں بذریعہ دلیل اور پر ثابت کر آیا ہوں، آپ کے ایک صدی بعد یعنی چودھویں صدی ہجری میں پیدا ہو کر پندرہویں صدی ہجری کے سر پر ظاہر ہونا تھا۔ اب ایک روحانی باپ ایک صدی کے بعد یعنی پندرہویں صدی کے آغاز میں ظاہر ہونیوالے اپنے کسی روحانی فرزند یعنی مصلح موعود کو اپنی آنکھوں سے کیسے دیکھ سکتے تھے؟ جہاں تک حضرت یعقوب اور حضرت یوسف کا معاملہ تھا تو حضرت یوسف اور آپ حضورؐ کے نہ صرف روحانی فرزند بھی تھے۔ اسی لئے حضرت یعقوب نے اپنے یوسف کو اپنی زندگی میں دیکھا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ حضورؐ کے کسی جسمانی فرزند کو مصلح موعود بنادیتا تو ممکن تھا کہ آپ بھی اس مصلح موعود کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے ایسا پسند نہیں فرمایا لہذا آپ اپنے مصلح موعود یعنی روحانی فرزند کو اپنی زندگی میں نہ دیکھ سکے۔ خلیفہ ثانی نے اپنے غلط و معمولی مصلح موعود کو سچا ثابت کرنے کیلئے ایسے بے بنیاد اور غلط ولائل افراد جماعت کے سامنے پیش کئے جن کی نہ کوئی اہمیت ہے اور نہ ہی کوئی حیثیت۔ اور اپر سے دن رات افراد جماعت کو تلقین کرنا کہ چونکہ خلیفہ کو خدا تعالیٰ بناتا ہے لہذا اسکی کسی بات سے اختلاف کرنا گناہ ہے۔ استغفار اللہ۔ عجیب بات ہے کہ وہ روحانی وجود جس نے الہام الہی کے مطابق اعلان کیا کہ میں یہ وقت مسلمانوں، ہندوؤں اور عیسائیوں کیلئے آیا ہوں اور سب قومیں اپنی بیاس کے مطابق مجھ سے روحانی فیض پائیں گی۔ بدترمی کی انتہاد کیتھے کہ قادر یانی خود ساختہ مصلح موعود صاحب نے آپ کو اپنے گھر یا اپنے خاندان کا نبی بنالیا۔ اور آپ کے ہر قسم کے روحانی فیض کو آپ کی اولاد کیلئے مختصر کر دیا۔ خلیفہ ثانی نے آپ کے بعد وہ آندھی چھائی کے ہندوؤں یا عیسائیوں کا آپ سے روحانی فیض پاناتو در کرنا، مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو آپ پر ایمان لا کر آپ کی روحانی اولاد میں شامل ہو گئے تھے ان کیلئے بھی کوئی روحانی فیض نہیں چھوڑا۔ انہیں اخروی زندگی کے انعامات کا لالج دے کر اُنکے ذمہ صرف شرح کے مطابق چندے دینا مقرر کر دیا۔ اور جو نظام انہیں دیا اس میں اُنکی حیثیت بے امام غلام کی تی بنا دی گئی اور اس پر دعویٰ اسیروں کی رستگاری کا ہے جو چاہے آپ کا حسن کر شمہ ساز کرے۔

چند دیگر ضروری امور

(۱) یہ خدا کا عجیب سلوک تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے جس جسمانی بیٹے کو بھی واضح رنگ میں پیشگوئی مصلح موعود کا مصدقہ فرادری، وہی لڑکا غوث ہو گیا۔ اور وہ لڑکے جن کے نام آپ تقاضا کے طور پر رکھتے رہے وہ زندہ رہے۔

(۲) بافرض محال اگر حضرت مسیح موعودؑ اپنے کسی اشتہار یا اپنی کسی دوسری تحریر میں قطعی طور پر یہ اعلان بھی فرمادیتے کہ مسیح مسیح موعود ہے۔ تب بھی آپ مصلح موعود نہیں بن سکتے تھے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ کلام اللہ اور ملہم کے کلام کے درمیان تضاد کی صورت میں ملہم کے کلام کی حیثیت ثانوی ہو جاتی ہے۔ بیشک ایسا ملہم نبی ہی کیوں نہ ہو؟ اگر ایسی صورت پیدا ہو جائے تو ملہم کے کلام کو اجتہادی غلطی سمجھ کر چھوڑ دینا اور کلام اللہ کی پیروی کرنا ہی داشتماندی ہے۔

(۳) ۲۰ فروری ۱۸۸۴ء کی الہامی پیشگوئی کے نزول کیسا تھا ہی جماعت احمد یہ کیلئے ابتلاء شروع ہو گیا تھا جیسا کہ اب تک کی بحث سے ثابت ہے۔ خلیفہ ثانی کے ۱۹۲۳ء میں غلط دعویٰ مصلح موعود سے یہ ابتلاء شدید ہو گیا اور ہنوز جاری ہے۔ اور اب اللہ تعالیٰ کا خاص تصرف ہی جماعت احمد یہ کو اس ابتلاء سے نکال سکتا ہے۔

(۲۰) ۲۰ رفروری ۱۸۸۴ء کی الہامی پیشگوئی میں حضورؐ کو جود و شان عطا فرمائے گئے تھے، ان سے متعلق الہامی پیشگوئیاں اپنے اپنے اصل کی بجائے اپنے مثیلوں میں پوری ہو رہی ہیں۔ مثلاً ”وجیہہ اور پاک لڑکا“ متعلق الہامی پیشگوئی کے مصدق بیش احمد (اول) تھے لیکن پیشگوئی کے الفاظ کے مطابق آپ شیرخوارگی میں فوت ہو گئے اور آپ کی وفات کے بعد الہامی پیشگوئی کا یہ حصہ آگے اپنے مثیل کی طرف منتقل ہو کر مرزا بشیر الدین محمود احمد کے وجود میں پورا ہو گیا۔ ”زکی غلام“ سے متعلق الہامی پیشگوئی کے مصدق صاحبزادہ مبارک احمد تھے لیکن وہ بھی چھوٹی عمر میں فوت ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے اسکے مثیل کی بشارت دیکر مصلح موعود کی اس الہامی پیشگوئی کو آگے مثیل مبارک احمد کی طرف منتقل کر دیا جو یقیناً حضورؐ کوئی روحانی فرزند نہ ہے۔

(۵) ایک اشتہار میں حضورؐ فرماتے ہیں: ”اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ ۲۰ رفروری ۱۸۸۴ء کی پیشگوئی حقیقت میں دوسیدہ لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی اور اس عبارت تک کہ مبارک وہ جو آمان سے آتا ہے۔ پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو روحانی طور پر زوال رحمت کا موجب ہوا۔ اور اسکے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔“ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۹۷ احادیث)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۰ رفروری ۱۸۸۴ء کی الہامی پیشگوئی کا پہلا حصہ یعنی ”وجیہہ اور پاک لڑکا“ متعلق پیشگوئی کا مصدق حضورؐ بشیر احمد (اول) کو سمجھتے تھے اور پیشگوئی کا دوسرا حصہ جو ”زکی غلام“ کے متعلق ہے حضورؐ اس کا مصدق دوسرے بشیر یعنی بشیر الدین محمود احمد کو خیال کرتے تھے۔ یہ درست ہے کہ آپ کا یہی خیال تھا اور یہ آپ کا اجتہادی خیال تھانہ کہ الہامی۔ میں یہاں اس شبہ کو دور کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ”زکی غلام“ سے متعلق مبشر الہامات آپ کی وفات تک نازل فرمائے اسکے اس اجتہادی خیال یا قیاس کو روڑ فرمادیا۔ یہ بھی درست ہے کہ حضورؐ زکی غلام یعنی مصلح موعود کو اپنی صلبی اولاد میں ڈھونڈتے تھے۔ یہ آپ کی خواہش تھی اس سے انکار نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مریضی کچھ اور تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس الہامی پیشگوئی کو آپ کی روحانی اولاد کی طرف منتقل کر دیا۔ آپ ۲۰۱۹ء میں درج ذیل الہام ہوا۔

”وہ کام جو تم نے کیا خدا کی مریضی کے موافق نہیں ہو گا۔ إِنَّا عَفْوًا تَأْعُنُكَ۔“ (حقیقتہ الوجی۔ روحانی خزانہ جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۸)

حضورؐ نے اسی کتاب کے حاشیہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ ”اس کی تصریح نہیں کی گئی۔ واللہ اعلم۔“ اب میں تمام افراد جماعت سے پوچھتا ہوں کہ تم جانتے ہو کہ اس الہام سے کیا مراد تھی؟ آپ کو معلوم نہیں ہے، میں آپ کو بتاتا ہوں۔ مجھے یہ فہمی ہوئی ہے کہ حضورؐ نے جو ۲۰ رفروری ۱۸۸۴ء کی الہامی پیشگوئی میں ”زکی غلام“ کیسا تھا بریکٹ میں لفظ (لڑکا) لکھ کر اس الہامی پیشگوئی کو اپنے کسی جسمانی بیٹھ کی طرف منتقل کیا تھا تو حضورؐ کیا کام الہی رضا کے مطابق نہیں تھا۔ یہ الہام اسی سلسلہ میں تھا۔ اللہ تعالیٰ کی مریضی یہ تھی کہ وہ ”زکی غلام“ آپ کا روحانی بیٹا ہونا تھا جبکہ آپ نے چاہایا سمجھا تھا کہ وہ آپ کا جسمانی بیٹا ہو گا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”وہ کام جو تم نے کیا خدا کی مریضی کے موافق نہیں ہو گا۔ إِنَّا عَفْوًا تَأْعُنُكَ۔“ اللہ تعالیٰ نے نصف آپ کو معاف فرمایا بلکہ زکی غلام سے متعلق مبشر الہامات آپ کی وفات تک نازل فرمائے اسکے اس اجتہادی خیال یا غلطی کو بھی دور فرمادیا۔

(۶) حضورؐ کے اس الہام ”وہ کام جو تم نے کیا خدا کی مریضی کے موافق نہیں ہو گا۔ إِنَّا عَفْوًا تَأْعُنُكَ۔“ سے پہلے یہ الہامات ہوئے تھے۔ ”إِنِّي لَا جُدُرٌ بِيَمِنَ سَوْفَ لَوْلَا أَنْ تُفْدَنُونَ。 الَّذِي تَرَكَيْفَ فَعَلَ رُبُّكَ بِاِصْنَابِ الْفَيْلِ طَالَمَ يَجْعَلُ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ط (ترجمہ) اور مجھے گم گشته یوسف کی خوشبو آتی ہے اگر تم یہ نہ کوہ کہ یہ شخص بہک رہا ہے۔ کیا تو نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے اصحاب فیل کیسا تھا کیا کیا۔ کیا اس نے اُنکے عکر کو اُنہا کر انہیں پرنیں مارا۔ (حقیقتہ الوجی۔ روحانی خزانہ جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۸) زکی غلام سے متعلق آخری مبشر الہام جو ۲۰، ۲۱ نومبر ۱۹۰۱ء کو نازل ہوا تھا وہ بھی زکی غلام کی بشارت کیسا تھا اللہ تعالیٰ نے سورہ فیل کی یہ آیت نازل فرمائی تھی۔ اب سوال یہ ہے کہ حضورؐ کے روحانی فرزند یعنی مصلح موعود کی بشارت کیسا تھا سورہ فیل کی ان آیات کے نازل ہونے سے کیا مراد تھی؟ کیا حضورؐ کی جماعت میں بھی کوئی اصحاب فیل ایسا واقعہ تو رومنا نہیں ہونے والا تھا؟ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ قرآن پاک میں جو بھی واقعہ بیان ہوا ہو اسکے بیان کرنے کا صرف یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ گذشتہ زمانے میں واقعہ ہوا تھا۔ بلکہ اس واقعہ کے بیان کرنے کا یہ مطلب بھی ہوتا ہے کہ آئندہ زمانے میں بھی اس سے ملتا جلتا واقعہ ہو گا۔ سورہ الفیل کی تفسیر کرتے ہوئے خود خلیفہ ثانی رقطر از ہیں۔

”اس سورہ کے نیچے اسے (پادری وہیری Wherry) اعتراض کرنے کیسے اور تو کچھ نہیں ملا کیونکہ اسکے نزدیک یہ صرف ایک قصہ ہے گوہارے نزدیک صرف قصہ نہیں کیونکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم میں کوئی بات بطور قصہ بیان نہیں اگر وہ کسی گذشتہ قصہ کو بیان بھی کرتا ہے تو در حقیقت اس میں آئندہ کے متعلق پیشگوئی ہوتی ہے اور بتایا جاتا ہے کہ گویہ واقعہ پیچھے ہو چکا ہے مگر آئندہ زمانہ میں بھی اس سے ملتا جلتا واقعہ ہو گا۔“ (تفسیر کبیر جلد ۶، صفحہ ۶۱)

اب امر واقع یہ ہے کہ زکی غلام کیسا تھا سورہ الفیل کی ان آیات کا الہام ہونا محض کوئی اتفاقی واقعہ نہیں تھا بلکہ یہ بتاتا ہے کہ حضورؐ کی جماعت میں بھی اصحاب فیل ایسا واقعہ ہو گیا۔ اسی میں کوئی خضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے تھوڑا پہلے اسی سال میں ہوا تھا۔ اب رہہ یہ کہ اگر زیارتدار کسی ناخشگوار واقعہ کی بدلت ناراض ہو کر مکہ پر حملہ آور ہوتا کہ بیت اللہ کو نیست و نابود کر دے۔ اب رہہ کا شکر جب محس یعنی مکہ کے بالکل قریب پہنچا تو انہوں نے یہاں پڑا کیا۔ اہل شکر نے ارد گرد جو مکہ والوں کے جانور وغیرہ چر رہے تھے

قضہ میں کر لیے۔ ان جانوروں میں عبدالمطلب کے بھی دوسراونٹ تھے۔ اگلے دن جب عبدالمطلب اُب رہہ کے دربار میں پہنچا تو اُب رہہ نے پوچھا کس واسطے آئے ہو؟ عبدالمطلب نے جواباً عرض کیا کہ آپکے آدمیوں نے میرے دوسراونٹ پکڑ لیے ہیں۔ میں انہیں لینے آیا ہوں۔ اُب رہہ نے عبدالمطلب سے کہا کہ تم عجیب آدمی ہو۔ تمہیں اپنے دوسراونٹوں کی فکر ہے لیکن اپنے اور اپنی قوم کے دین کی فکر نہیں۔ میں تو تم لوگوں کا عبادت خانہ توڑنے اور اسے خاک میں ملانے آیا ہوں۔ اس پر عبدالمطلب نے جواب دیا کہ اُنٹوں کا مالک میں ہوں۔ اس لیے اُنکی واپسی کیلئے آیا ہوں اور خانہ کعبہ کا بھی ایک مالک ہے وہ خود اپنے گھر کی حفاظت کرے گا۔ اُب رہہ نے کہا مجھ سے اس گھر کو کوئی نہیں بچا سکے گا۔ لیکن تدبیر کند بندہ، تقدیر کند خندہ۔ عبدالمطلب نے جواباً کہا اچھا زور آزمائی کر کے دیکھ لو۔ اُب رہہ نے اونٹ واپس کر دیئے اور اگلے دن بیت اللہ پر حملہ کیلئے لشکر روانہ ہو گیا۔ اُب رہہ کے لشکر میں دس بارہ ہاتھی بھی تھے اور یہ اسلئے لائے گئے تھے تاکہ خانہ کعبہ کی عمارت کو گرانے میں آسانی ہو۔ ان ہاتھیوں کا سردار محمودناہی ہاتھی تھا۔ بیت اللہ کے قریب جا کر محمودناہی سردار ہاتھی بیٹھ گیا۔ فیل بانوں نے اُسے اٹھانے کی لاکھ کوششیں کیں لیکن ناکام رہے۔ پھر بطور امتحان اس کامنہ یمن کی طرف کر کے چلانا چاہا تو جھٹ سے کھڑا ہو کر دوڑتا ہوا چل دیا۔ شام کی طرف چلانا چاہا تب بھی چل پڑا۔ مشرق کی طرف بھی دوڑ کر چل پڑا۔ لیکن جب مکہ کی طرف منہ کر کے چلاتے تو وہیں بیٹھ جاتا۔ یہ دیکھ کر لشکر پر سخت گھبراہٹ طاری ہوئی۔ وہ ہاتھی کو مارتے رہے اور اسے اٹھانے کی کوشش کرتے رہے گروہ نہ اٹھا۔ اس دوران ایک تو سا ہیوں میں چیچک کی یاری پہنچنی شروع ہوئی اور دوسرے سمندر کی طرف سے گھٹا ٹوپ پرندوں کے جھرمٹ بادل کی طرح امنڈا منڈ کر چلے آئے۔ ان پرندوں کے پنجوں اور چونچوں میں چھوٹے چھوٹے کنکر تھے جو انہوں نے لشکر پر برسانے شروع کر دیئے۔ قصہ مختصر اللہ تعالیٰ نے ان پرندوں کے ذریعہ اُب رہہ اور اسکے لشکر کو تہس نہیں کر دیا۔ سورہ فیل کے اس واقعہ اور حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت میں پیشگوئی مصلح موعود کے سلسلہ میں جو واقع ہوا ہے ان دونوں میں عجیب مشابہت پائی جاتی ہے۔

(۱) اُب رہہ نے طاقت کے گھمنڈ میں اللہ تعالیٰ کے گھر خانہ کعبہ کو برپا کرنا چاہا۔ دوسری طرف جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات سے پتہ چلتا ہے کہ حضورؐ کی جسمانی اولاد اس پیشگوئی کے دائرہ بشارت میں نہیں آتی۔ لیکن پھر بھی حضورؐ کے اجتہاد کی بنابر خلیفہ ثانی نے طاقت کے نش میں آ کر اس ”نشان رحمت“ پر قبضہ کر لیا۔

(۲) اُب رہہ کے لشکر میں ہاتھیوں کے سردار محمودناہی ہاتھی پر خوف خدا غالب آگیا اور وہ بیت اللہ کو گرانے کیلئے تیار ہوا۔ لیکن عجیب اتفاق دیکھئے کہ ادھر حضورؐ کا اپنا محمودناہی بیٹا اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرا اور اس نے اس الہامی پیشگوئی پر بظاہر قبضہ کر کے اُس کی خدائی پر حملہ کر دیا۔

(۳) خانہ کعبہ کی مسماڑی کے اس بد منصوبہ کا نتیجہ اُب رہہ کے لشکر کی تباہی کی صورت میں نکلا۔ اب پیشگوئی مصلح موعود پر قابض لوگوں کا انجم بھی اصحاب فیل ایسا ہی ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور ممکن نہیں یہ لوگ اپنے کمر میں کامیاب ہوں۔

(۴) ۲۰ ربیوری ۱۸۸۷ء کی الہامی پیشگوئی میں زکی غلام کی بہت ساری علامات اور صفات بیان ہیں۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے اسی موعود زکی غلام کی ایک اور صفت یعنی اس کا ”نافلہ“ ہونا بھی بیان فرمادیا۔ جیسا کہ درج بالا الہامات میں اس صفت کا ذکر ہے۔ حضورؐ نے اس ”نافلہ“ سے مراد پھر اپنا کوئی پوتا سمجھ لیا اور اس نافلہ غلام کی بشارت کو مرزا محمود کے اولین فرزند مرزا نصیر احمد پر لگا بھی دیا۔ جیسا کہ آپؐ فرماتے ہیں:-

”بیالیسوال نشان یہ ہے کہ خدا نے نافلہ کے طور پر پانچویں لڑکے کا وعدہ کیا تھا جیسا کہ اسی کتاب مواہب الرحمن کے صفحہ ۱۳۹ میں یہ پیشگوئی لکھی تھی۔ و بشیر فی بخامیں فی حین من الا حیان یعنی پانچواں لڑکا جو چار سے علاوہ بطور نافلہ پیدا ہونے والا تھا اس کی خدا نے مجھے بشارت دی کہ وہ کسی وقت ضرور پیدا ہو گا اور اسکے باوجود میں ایک اور الہام بھی ہوا کہ جو اخبار البر الحالم میں مدت ہوئی کہ شائع ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے کہ إِنَّا نُبَشِّرُكُ بِغُلَامٍ قَافِلَةً لَّكَ قَافِلَةً مِّنْ عِنْدِنِ یعنی ہم ایک اور لڑکے کی تجوہ بشارت دیتے ہیں کہ جو نافلہ ہو گا یعنی لڑکے کا لڑکا۔ یہ نافلہ ہماری طرف سے ہے چنانچہ قریباً تین ماہ کا عرصہ گذر رہے کہ میرے لڑکے محمود احمد کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام نصیر احمد کہا گیا۔ سو یہ پیشگوئی ساڑھے چار برس کے بعد پوری ہوئی۔“ (حقیقتہ الوحی۔ روحانی خزانہ جلد ۲۲ صفحہ ۲۲۸)

بعد ازاں یہ پوتا بھی خود سالی میں فوت ہو گیا اور اسکی وفات نے ثابت کر دیا کہ مبشر الہامات میں نافلہ موعود سے مراد حضورؐ کوئی پوتا نہیں تھا بلکہ یہ لفظ کمیونی ”زائد انعام“ استعمال ہوا ہے اور اس سے مراد مصلح موعود ہی تھا۔

مصلح موعود کی احادیث میں خبر

خلیفہ ثانی اپنی کتاب کے صفحہ ۱۵ پر ”مصلح موعود کی احادیث میں خبر“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مصلح موعود کی خبر دیتے اور اس کا ظہور زمانہ مسیح موعودؑ میں ہی بتاتے ہیں۔ آپؐ فرماتے ہیں۔ یتَزَوَّجُ وَيُؤْلَدُ (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

مسح موعود شادی کریگا اور اسکے ہاں اولاد ہوگی۔ اب اسکے یہ معنی تو نہیں ہو سکتے کہ مسح موعود کے ہاں ویسی ہی معمولی اولاد ہو جائیگی جیسی اور لوگوں کے ہاں ہوتی ہے۔۔۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص طور پر یہ خبر دینے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن آپ کا یہ خبر دینا بتاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ تھا کہ اسکے ہاں خاص اولاد پیدا ہوگی و یہ ہی مکالات اور ویسے ہی اوصاف رکھنے والی جیسے حضرت مسح موعود کو اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی۔” (الموعود۔ انوار العلوم جلد ۷ صفحات ۵۱)

خلیفہ ثانی کا یہ دعویٰ کہ اس مندرجہ بالا حدیث میں مصلح موعود کی خبر موجود ہے قطعی طور پر غلط ہے۔ یہ ایک فریب تھا جو افراد جماعت کے آگے کیا گیا۔ اس حدیث کا صرف اتنا مطلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مسح موعود کی خبر دی تھی وہ شادی کریگا اور صاحب اولاد ہوگا۔ اس حدیث کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ وہ روحانی فرزند جو کہ مصلح موعود ہے وہ اس مسح کا جسمانی بیٹا ہوگا۔ کیونکہ اگر یہ سمجھا جائے تو وہ تمام مبشر الہامات جو ”زکی غلام“ کی پیدائش کے متعلق حضور پر آپ کی وفات تک نازل ہوتے رہے، ان کا کیا ہوگا؟ یہ مبشر الہامات تو اس مصلح موعود کو حضور کی صلبی اولاد سے ہر نکال دیتے ہیں۔ اگر حضرت مرزاغلام احمدؒ سچے امام مہدی تھے تو پھر آپ کارو حانی فرزند یعنی مصلح موعود آپ کا جسمانی بیٹا نہیں ہو سکتا۔ اور اگر آپ کے کسی بیٹے نے دھکے سے مصلح موعود بننے کی کوشش کی ہے تو بالفاظ دیگر اس نے پھر اپنے باپ کی صداقت پر حملہ کیا ہے۔ اے افراد جماعت:۔ اگر خلیفہ ثانی کا دعویٰ مصلح موعود سچا ہے تو پھر نعوز باللہ حضرت امام مہدیؑ جھوٹے ہبھرتے ہیں۔ اور اگر حضرت امام مہدیؑ سچے تھے اور میں کہتا ہوں کہ یقیناً سچے تھے تو پھر خلیفہ ثانی کیا تھے؟ آپ خود ہی فتویٰ دے دینا۔ جہاں تک احادیث میں مصلح موعود کی خبر کا تعلق ہے تو میں عرض کرتا ہوں کہ ضرور ہے۔ لیکن اس حدیث ”یَتَوَجَّجُ وَيُؤْلَدُ“ میں نہیں بلکہ بعض دوسری احادیث میں ہے جن کا ذکر میں درج ذیل کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

(۱) ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَّلَ أَبْنُ مَرْيَمَ فِي كُمْ فَأَمْكُمْ۔ (صحیح مسلم جلد ۱ باب نزول عیسیٰ کا بیان صفحہ ۲۵۵) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا حال ہو گا جب ابن مریم نازل ہو گے تم میں، پس وہ تمہاری امامت کریں گے۔

(۲) ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَّلَ أَبْنُ مَرْيَمَ فِي كُمْ فَأَمْكُمْ مِنْكُمْ۔ (الیضاً) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا حال ہو گا جب ابن مریم نازل ہو گے تم میں، پس وہ تمہاری امامت کریں گے تم ہی میں سے۔

(۳) ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَّلَ أَبْنَ مَرْيَمَ فِي كُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ۔“ (الیضاً۔ متفق علیہ) ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیسے ہو گے تم جب ابن مریم نازل ہو گا تم میں اور تمہارا امام تم میں سے ہو گا۔

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم (فادہ نفسی و ابی و اُمی) کے سب جہانوں پر بے انتہا احسانات ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کی خوب کھول کر راہنمائی فرمائی ہے۔ مثلاً مسح ابن مریم کے نزول کے سلسلے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی ایسی شاندار راہنمائی فرمائی کہ راہنمائی کا حق ادا کر دیا اور کوئی مسلمان یہ شکوہ نہیں کر سکتا کہ ہماری راہنمائی میں کوئی کمی رہ گئی تھی۔ ان سادھادیت میں سے آخری حدیث میں مصلح موعود کا بھی ذکر موجود ہے۔ وہ کیسے؟ وہ ایسے کہ ان سادھادیت میں ایک ابن مریم کا ذکر نہیں بلکہ دو کا ذکر ہے۔ ایک تو وہ ہیں جو بوقت نزول امام ہو گے اور یہ امام مہدیؑ تھے اور دوسرا جب نازل ہو گا تو اس وقت امت محمدیہ بغیر امام نہیں ہو گی بلکہ اس میں ایک امیر یا منتخب امام ہو گا۔ آنیوالا ابن مریم زکی غلام مسح الزماں ہو گا اور وہی مصلح موعود ہے۔ صحیح مسلم کی ایک دوسری حدیث میں بھی اس مصلح موعود کا ذکر اس طرح ہے۔ کہ ”عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَزَالُ طَائِفَتُهُ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ فَيَنْزُلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ تَعَالَى صَلَّى لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَعَلَى بَعْضِ أُمَّرَاءِ تَكْرِيمَةَ اللَّهِ هُنَّ الْأُمَّةُ۔“ (صحیح مسلم جلد ۱ باب نزول عیسیٰ کا بیان صفحہ ۲۶۲) جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے میں نے سنار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا امیر کی امت کی ایک جماعت بہیش حق پر لڑتی رہے گی قیامت کے دن تک، وہ غالب رہے گی۔ پھر عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے۔ پھر اس جماعت کا امیر کہے گا آئے ہمیں نماز پڑھاؤ وہ کہیں گے نہیں تمہارا بعض بعض پر امام ہے۔ اس امت کی اللہ تعالیٰ نے عزت افرادی فرمائی ہے۔

اس حدیث میں جس ابن مریم کا ذکر ہے، یہ وہی مصلح موعود یعنی حضرت امام مہدیؑ کا روحانی فرزند ہی تو ہے۔ اور حدیث میں جس امیر کا ذکر ہے، یہ کوئی اس وقت کا منتخب یا نامزد امیر ہو گا اور اس طرح اس وقت امت محمدیہ کی یہ جماعت بے امیر یا بے امام نہیں ہو گی بلکہ با امام اور با امیر ہو گی۔ اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ اگر بوقت نزول ابن مریم یا مصلح موعود امت محمدیہ میں با قاعدہ ایک منتخب امام یا امیر ہو گا تو پھر اس مسح ابن مریم یا مصلح موعود کی کیا ضرورت تھی؟ اس ضمن میں گذراش ہے کہ اگر کوئی ایسا سوچتا ہے تو دراصل وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امام مہدیؑ کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ حضرت امام مہدیؑ تو یہ فرماتے ہیں کہ میرے بعد امام بھی ہو گے اور مسح بھی (روحانی خواہ جلد ۲۰۰ صہ ۲۰۸) اور یہ کہ میرے بعد میرا روحانی فرزند آیگا اور وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا۔ بالفاظ دیگر اس کا مطلب یہ ہو گا کہ حضور کے بعد آپ کی جماعت اماموں کے

ہوتے ہوئے بگڑے گی۔ بلکہ جماعت کے اس بگڑنے کے بعض امام خود مددار ہو گئے تو پھر کوئی منتخب یا نامزد امیر یا امام اس فتنے کی اصلاح کیسے کر سکتا تھا؟ یقیناً ایسے فتن کی اصلاح اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ امام یا مصلح موعود کریگا جو آسمان سے نازل ہو گا اور زمین والوں کی راہ سیدھی کر دیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

اب اسی سیاق و سبق میں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ اگر ایسی حالت ہو کہ حضورؐ کی جماعت میں ایک منتخب امیر یا امام موجود ہوا اُسکے ہوتے ہوئے ایک شخص خدا کی طرف سے مصلح بن کر آ جائے اور اُسکے پاس اپنی سچائی کا ناقابل تردید ثبوت ہو تو ایسی حالت میں افراد جماعت کیا کریں؟ کیا وہ منتخب امیر کی پیروی کریں یا اُس خدا کے مقرر کردہ مصلح کی پیروی کریں؟ اس سوال کا جواب میں خود دینے کی وجہے حضرت امام مہدیؑ کا اپنا فتویٰ احباب جماعت کے آگے رکھتا ہوں۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ کسی بڑے بدجنت کے سوا اور کوئی بھی حضورؐ کے اس فتویٰ کو رد نہیں کریگا۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضورؐ نے اپنے بعد اما مولوں اور منسخ دنوں کا ذکر اور وعدہ فرمایا ہے۔ اور منسخ مصلح موعود ہی تو ہے اور وہ کسی منتخب امام کے وقت میں ہی نازل ہو گا۔ حضورؐ کو پتہ تھا کہ جب میراروحانی فرزند نازل ہو گا تو ضرور جماعت میں یہ سوال پیدا ہو گا کہ ہم کیا کریں اور کس کی پیروی کریں؟ اس لئے آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے اپنی وفات کی خبر ملنے کیستھی ہی ایک رسالہ بغون ان ”الوصیت“ تحریر فرمایا اور اس میں جماعت کو اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

”اور چاہیے کہ جماعت کے بزرگ جو نشیش پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں (ث) خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا اشیاء۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں۔ تو حیدر کی طرف کھینچیے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کیلئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ ستم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے رُوح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب

میرے بعد عمل کر کام کرو۔“

(ث) ”ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہو گا۔ پس جس شخص کی نسبت چالیس مومین اتفاق کریں گے کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے۔ وہ بیعت لینے کا مجاز ہو گا۔ اور چاہیے کہ وہ اپنے تینی دوسروں کے لیے نمونہ بناؤ۔ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری جماعت کے لیے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اُس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا اور اُسکے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کریں گے۔ سو ان دنوں کے منتظر ہو۔ اور تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اُسکے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت مکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا بعض دھوکہ دینے والے نیحات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھیک ہے۔ جیسا کہ قبل از وقت ایک کامل انسان بننے والا بھی پیٹ میں صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے۔“ (روحانی خزانہ جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۶، ۳۰۷)

حضورؐ کے ان الفاظ میں متذکرہ بالا سوال کا جواب بڑا واضح ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ میری رحلت کیستھی ایک منتخب امامت کا سلسلہ شروع ہو جائیگا اور یہ اس وقت تک رہے گا جب تک موعود مصلح بذریعہ رُوح القدس کھڑا نہیں ہوتا۔ اور جب وہ موعود مصلح بذریعہ رُوح القدس کھڑا ہو جائے تو پھر جماعت اُسکی پیروی کرے۔ حضورؐ کی رحلت کے بعد سے لے کر آپؐ کے روحانی فرزند یعنی مصلح موعود تک جو لوگ منتخب امام بن کر آئیں گے، یہ لوگ دراصل عبوری دور میں بطور نگران (care taker) آئیں گے۔ لیکن خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ اس عبوری دور میں منتخب ہو کر امام بننے والے نگران لوگ امام مہدیؑ کی جماعت کے مالک بن کر بیٹھ جائیں گے اور آپؐ کے روحانی فرزند کا جھوٹے حربوں کیستھراستہ روکنے کی کوشش کریں گے۔ میں احباب جماعت سے پوچھتا ہوں کہ کیا واقعی اسی طرح نہیں ہوا؟ اور کیا اسی طرح نہیں ہو رہا؟

وہ خواب جس کی بنیاد پر خلیفہ ثانی نے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کیا، درج کرنے سے پہلے میں خوابوں کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اسلام میں سچی خواب اور اُسکی تعبیر کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ خواب دراصل وحی والہا میں کی ایک قسم ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنا کوئی مخصوص پیغام اپنے کسی مخصوص بندے کو پہنچاتا ہے۔ اسی سلسلہ میں حضورؐ فرماتے ہیں:-

”تین قسم کی خوابیں ہوتی ہیں۔ ایک نفسانی، ایک شیطانی اور ایک رحمانی۔ نفسانی جیسے بلی کو چیچڑوں کے خواب۔ شیطانی وہ جس میں ڈر وحشت ہو۔ رحمانی خواب خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغام ہوتی ہے اور اس کا ثبوت صرف تجربہ ہے۔“ (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۳۲۸)

اب آپؐ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ خواب میں تین قسم کی ہوتی ہیں (۱) نفسانی (۲) شیطانی (۳) اور رحمانی۔ نفسانی کے خواب، خلیفہ ثانی اللہ تعالیٰ کے سچے امام مہدی و مسیح کے گھر میں پیدا ہوئے۔ دوسری یوں کے زندہ لڑکوں میں سب سے بڑے تھے۔ ہوش و حواس سنبھالتے ہی آپؐ کو بھی پیشگوئی مصلح موعود کا پتہ چلا ہو گا۔ پھر حضورؐ اجتہادی طور پر اس مصلح موعود کو اپنی صلبی اولاد میں سے سختی رہے اور اس کا علم بھی آپؐ کو قocha۔ پھر حضورؐ کی رحلت کے بعد آپؐ خلیفہ اول تونہ بنائے گئے لیکن حضرت خلیفہ اولؐ نے خلیفہ اولؐ کی وفات کے بعد آپؐ خلیفہ بننا

دیئے گئے یا بن گئے۔ آپکے خلیفہ ثانی بنے ہی فہم و فراست سے عاری لوگوں (علماء اور جہلہ) نے آپکے مصلح موعود کا نائل بصورت پسروں موعود دے دیا۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہوش سنجا لئے ہی پیشگوئی مصلح موعود آپکے اعصاب پر سوار ہو گئی اور خلیفہ بنے ہی آپ نے عملاً اس پیشگوئی پر قبضہ کر لیا۔ لیکن دعویٰ کرنے سے ڈرتے رہے۔ آپ نے افراد جماعت کا گہر انفسیاتی مطالعہ شروع کرنے کیسا تھا ساتھ اس رنگ میں جماعتی خدمات شروع کر دیں کہ لوگوں کے اس پیشگوئی کے سلسلہ میں آپکے متعلق جو تھوڑے بہت شکوک تھے وہ بھی رفع ہو جائیں اور لوگ آپ کو بغیر دعویٰ کے ہی مصلح موعود کے خطاب سے نواز دیں۔ درج ذیل آپکے بیانات آپکی اس نفسیاتی خواہش کے آئینہ دار ہیں۔

(۱) مولوی ابوالعطاء جالندھری کی درخواست کے جواب میں خلیفہ ثانی اٹھارہ جون ۱۹۳۴ء کو لکھتے ہیں۔

”آپکے سوال کا جواب یہ ہے کہ اذل میرے نزدیک مصلح موعود بہر حال حضرت مسیح موعودؑ کی موجوداًولاد میں سے ایک لڑکا ہے نہ کہ آئندہ زمانے میں آنے والا کوئی فرد۔“ ووَمَ میرے نزدیک جہاں تک میں نے اس پیشگوئی کا مطالعہ کیا ہے اسکی نوے فیصد باتیں میرے زمانہ خلافت کے کاموں کے مطابق ہیں۔ سوچ۔ چونکہ اس پیشگوئی کے موعود کیلئے دعویٰ شرط قرار نہیں دیا اسلئے میرے نزدیک میرے لیے دعویٰ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں میں سمجھتا ہوں کہ اس پیشگوئی کی جو غرض ہے وہ بڑی حد تک خدا تعالیٰ نے میرے ذریعے پوری کر دی ہے لیکن میں اس میں تعجب کی بات نہیں دیکھتا اگر میرے بھائیوں میں سے کسی دوسرے کے ذریعے سے بھی اسی قسم کے یا ان سے بڑھ کر کام خدا تعالیٰ کروائے۔ (ابوالعطاء جالندھری، مصنف محمد افضل ظفر، صفحات ۱۸۸ تا ۱۸۹)

(۲) ”میرے نزدیک مصلح موعود کی پیشگوئی چونکہ مامور کے متعلق نہیں بلکہ غیر مامور کے متعلق ہے اسلئے وہ ان پیشگوئیوں میں داخل ہی نہیں جن میں کسی دعویٰ کی ضرورت ہو۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ یہ پیشگوئی مجھ پر چسپاں نہیں ہوتی بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی پیشگوئی کسی مامور کے متعلق نہ ہو تو اس میں دعویٰ کی ضرورت نہیں ہوتی۔“ (افضل مورخہ ۱۹۳۹ء اگست)

(۳) ”اگر مجھ پر تمام علماء چسپاں ہو رہی ہوں اور جس قدر نشانات مصلح موعود کے بتائے گئے ہوں وہ سب مجھ پر پورے ہو رہے ہوں۔۔۔ تو کوئی لاکھ شور مجاہتار ہے کہ یہ مصلح موعود نہیں دنیا اُسکی بات پر کان نہیں دھرے گی۔“ (ایضاً)

(۴) ۱۹۳۷ء میں آپ خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔

”لوگوں نے کوشش کی ہے کہ میں دعویٰ مصلح موعود کروں لیکن میں اسکی ضرورت نہیں سمجھتا۔ کہا جاتا ہے کہ میرے پیروکار یقین رکھتے ہیں کہ میں مصلح موعود ہوں حالانکہ میں نے کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ میں ایسا دعویٰ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اگر میں واقعی مصلح موعود ہوں تو میرے دعویٰ مصلح موعود نہ کرنے سے میرے مقام پر فرق نہیں پڑتا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور نہ ہو اس سے متعلق پیشگوئی کے سلسلہ میں کسی شخص کا دعویٰ کرنا ضروری نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی منظوری سے جو سابقاً مجددین کی فہرست شائع ہوئی ہے ان میں سے کتنوں نے دعویٰ کیا؟ میں نے حضرت مسیح موعودؑ کو فرماتے سنا ہے کہ اور نگز یہ بھی اپنے وقت کا مجد دھتا۔ کیا اس نے کوئی دعویٰ کیا؟ عمر بن عبدالعزیز کو بھی مجدد تسلیم کیا جاتا ہے۔ کیا اس نے کوئی دعویٰ کیا؟ لہذا ایک غیر مامور کیلئے دعویٰ کرنا ضروری نہیں۔ ایک مامور سے متعلق پیشگوئی کے سلسلہ میں دعویٰ کرنا ضروری ہے۔ ایک غیر مامور کی صورت میں کسی شخص کی کامیابیوں کو دیکھا جائے گا کہ وہ پیشگوئی کا مصدقہ ہے یا نہیں۔ اسلئے ضروری نہیں کہ وہ دعویٰ کرے۔ ایسی صورت میں اگر کوئی شخص کسی پیشگوئی کے مصدقہ ہونے کا انکار بھی کر دے تب بھی یہی سمجھا جائے گا کہ پیشگوئی اُسکے وجود میں پوری ہو گئی۔۔۔ لہذا میں یہ ضروری نہیں سمجھتا کہ کوئی دعویٰ کروں کہ میں مصلح موعود ہوں۔“ (احمدیت۔ اسلام کی نشأۃ ثانیۃ (انگریزی) مصنف محمد ظفر اللہ خاں صفحہ ۲۸۹)

(۵) ”اگر میں (مصلح موعود) ہوں تو الحمد للہ۔ دعویٰ سے فائدہ نہیں۔ اگر میں نہیں تو اس اختیاط سے میں ایک غلطی سے محفوظ ہو گیا۔“ (ضمون پیشگوئی مصلح موعود اور خلافت رابعہ صفحہ ا مصنف فضل الہی انوری بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۱۰)

(۶) ”آج میں نے پہلی دفعہ وہ تمام پیشگوئیاں منگا کر اس نیت سے دیکھیں کہ میں ان پیشگوئیوں کی حقیقت کو سمجھوں اور دیکھوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں کیا کچھ بیان فرمایا ہے۔“ (افضل کیم فروری ۱۹۲۲ء صفحہ ۵ کالم)

اولاً۔ خلیفہ ثانی کا یہ دعویٰ کہ مصلح موعود حضرت مسیح موعودؑ کی جسمانی اولاد میں سے ہے بالکل غلط ہے۔ کیونکہ قرآن پاک اور وہ کلام الہی جو حضرت مسیح موعودؑ پر نازل ہوا، کی روشنی میں یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ حضورؐ کی جسمانی اولاد تو اس الہامی پیشگوئی کے دائرة بشارت ہی میں نہیں آتی۔ موعود زکی غلام یعنی مصلح موعود حضورؐ کا کوئی جسمانی یہاں نہیں بلکہ وہ آپکار و حانی فرزند ہے اسی طرح جس طرح آپ خود آنحضرتؐ کے روحانی فرزند تھے۔ آپ کا یہ فرمانا کہ ”میں اس میں تعجب کی بات نہیں دیکھتا اگر میرے بھائیوں میں سے کسی دوسرے کے ذریعے سے بھی اسی قسم کے یا ان سے بڑھ کر کام خدا تعالیٰ کروائے۔“ دراصل اپنے دوسرے بھائیوں کو خوش رکھنے کیلئے آپ کا یہ ایک سیاسی ٹرک (Trick) تھا۔

ثانية خلیفہ ثانی کے ۱۹۳۴ء میں فرماتے ہیں کہ ”میرے نزدیک جہاں تک میں نے اس پیشگوئی کا مطالعہ کیا ہے اسکی نوے فیصلہ بتائیں میرے زمانہ خلافت کے کاموں کے مطابق ہیں“، اور ”چونکہ اس پیشگوئی کے موعود کیلئے دعویٰ شرط قرار نہیں دیا اسلئے میرے نزدیک میرے لیے دعویٰ کی کوئی ضرورت نہیں ہے“، اور پھر جنوری ۱۹۳۴ء میں دعویٰ مصلح موعود بھی کرنا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمانا کہ ”آج میں نے پہلی دفعہ وہ تمام پیشگوئیاں منگوا کر اس نیت سے دیکھیں کہ میں ان پیشگوئیوں کی حقیقت کو صحبوں اور دیکھوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں کیا کچھ بیان فرمایا ہے۔“ خلیفہ ثانی کے ان بیانات میں قدم قدم پر تضادات یہ بتارہ ہے ہیں کہ آپ کا دعویٰ مصلح موعود سیاسی تھا نہ کوئی روحانی۔

ثالثاً خلیفہ ثانی فرماتے ہیں کہ اگر کسی پیشگوئی کا مصدقہ مامور ہو تو اس کیلئے دعویٰ کرنا ضروری ہے اور غیر مامور کیلئے دعویٰ کرنا ضروری نہیں۔ خلیفہ ثانی کو یہ کیسے پڑھ گیا کہ ۲۰۰۰ رفروری ۱۸۸۴ء کی الہامی پیشگوئی غیر مامور کے متعلق ہے اور پھر ۱۹۲۴ء میں جب آپ نے دعویٰ کیا تو کیا یہی پیشگوئی مامور والی پیشگوئی بن گئی تھی؟ دعوے کا تعلق تو موعود ہونے سے ہوتا ہے نہ کہ غیر موعود ہے۔ چونکہ زکی غلام بقول حضرت مسیح موعود صلی اللہ علیہ وسلم مصلح موعود ہے لہذا اس کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس کا علم اور ثبوت پا کر دعویٰ کرے۔ اگر خلیفہ ثانی کو اس پیشگوئی میں کوئی دلچسپی نہیں تھی تو انہیں اسکے متعلق ایسے قیاس اور اندازے لگانے کیا ضرورت تھی؟ آپ کے یہ قیاس اور اندازے بتارہ ہے ہیں کہ یہ الہامی پیشگوئی آپ کے ذموم مقاصد کی راہ میں ایک بڑی روکاٹ تھی اور آپ ہر صورت میں اس روکاٹ کو دور کرنا چاہتے تھے۔

رابعاً خلیفہ ثانی افراد جماعت کو یہ پیغام دیتے اور ان کو قائل کر رہے تھے کہ اگر میں دعویٰ نہ بھی کروں تب بھی میں ہی مصلح موعود ہوں اور اس الہامی پیشگوئی کا مجھے ہی مصدقہ سمجھنا۔ آپ کی یہ گول مول باتیں اس حقیقت کی تصدیق کر رہی ہیں کہ آپ جانتے تھے کہ اگر کوئی اور شخص مصلح موعود ہوا اور وہ آپ کے بعد آیا تو آپ کا دعویٰ کرنا بڑی بھاری غلطی اور بڑی جماعت ہوگی۔

اس لیے آپ کی یہ کوشش رہی کہ مجھے دعویٰ بھی نہ کرنا پڑے اور میں مصلح موعود بھی تسلیم کیا جاؤں۔ وہ یہ بات بھی کہتے ہیں کہ امت محمدیہ میں کسی مجدد نے دعویٰ نہیں کیا لہذا پیشگوئی مصلح موعود کے مصدقہ کو بھی کسی دعویٰ کی ضرورت نہیں بلکہ اسکے کارنا موں سے ہی اس کو پہچانا جائے گا۔ آپ نے یہ بات بھی غلط اور نامکمل کہی ہے۔ مزید یہ کہ پیشگوئی کے مصدقہ کے پیمانے کا تعین بھی خود ہی کر لیا وہ یہ کہ اسکے کاموں کی وجہ سے اُسے پہچانا جائے گا۔ اگر پیشگوئی مصلح موعود کے مصدقہ کی پیشگوئی کی وجہ سے ہی کرنی تھی تو پھر بعد ازاں آپ نے دعویٰ مصلح موعود کیوں کیا؟ یہ سب متفاہد باتیں بتارہ ہی ہیں کہ آپ کو اس پیشگوئی کا بہت خوف تھا اور آپ ہر صورت میں اس پیشگوئی کا معاملہ حل کرنا چاہتے تھے۔ باقی رہا مجددین کا معاملہ تو اس سلسلہ میں بھی خاکسار عرض کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حدیث میں عمومی رنگ میں تجدید دین کا ذکر فرمایا ہے۔ ان عمومی مجددین کیلئے ضروری نہ تھا کہ وہ دعویٰ بھی کرتے کیونکہ وہ موعود نہ تھے لہذا انہوں نے دعاویٰ نہیں کیے۔ لیکن آپ ﷺ نے اپنے بعد دو اشخاص کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے۔ وہ دونوں اشخاص بھی اپنے وقت میں اپنی اپنی صدی کے مجددی ہیں لیکن انہوں نے چونکہ اللہ تعالیٰ کی مدد کیسا تھا غلبہ اسلام کیلئے خصوصی خدمات سرانجام دیئی تھیں اس لئے حضور اکرم ﷺ نے بطور خاص ان دونوں کا دوسرا احادیث میں ذکر فرمایا ہے۔ وہ دونوں اشخاص امام مہدی مہدو اور مسیح موعود ہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔

(۱) ”عَنْ جَعْفَرِ رَضِيَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبْشِرُوْا بِالشِّرِّ وَ ابْشِرُوْا... كَيْفَ تَهْلِكُ أُمَّةً أَنَا أَوْهُنَا وَ الْمَهْدِيُّ وَ سُطْهَا وَ الْمَسِيْحُ اخْرُهَا وَ لِكِنْ بَيْنَ ذَلِكَ فَيَقِيْجَ أَعْوَجُ لَيْسُوْ أَمِيْتِيْ وَ لَا أَنَا مِنْهُمْ“۔ رواه رزین۔ (مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صفحہ ۲۹۳) جعفرؑ اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا (حضرت امام حسینؑ ناقل) سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم خوش ہو وہ اور خوش ہو وہ۔۔۔ وہ امت کیسے ہلاک ہو جس کے اول میں، میں ہوں، مہدی اسکے وسط میں اور مسیح اسکے آخر میں ہے۔ لیکن اسکے درمیان ایک بھروسات ہو گی انکا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور میرا انکے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

(۲) ”عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَنْ مَرْضَى عَنْ أَنَّ مَرْضَى لَمْ تَهْلِكْ أُمَّةً أَنَا فِيْ أَوْلَاهَا وَ الْمَهْدِيُّ وَ سُطْهَا“۔ (کنز العمال ۲ / ۱۸۷ - جامع الصغیر ۲ / ۱۰۳ - حدیثۃ الصالحین صفحہ ۳۰۲۔ ۱۹۶۷ء) حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا وہ امت ہرگز ہلاک نہیں ہو سکتی جس کے شروع میں، میں اور آخر میں عیسیٰ بن مریم اور درمیان میں مہدی ہونگے۔

ان احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدی مہدو اور مسیح موعود دو الگ الگ وجود ہیں۔ اگرچہ امام مہدی مہدو اپنے وقت میں مہدی ہونے کے علاوہ مسیح بھی ہو گئے لیکن مہدیؑ کے بعد آنحضرت ﷺ نے ایک اور مسیح موعود کا ذکر فرمایا ہے۔ قادیانی جماعت احمدیہ میں آج تک یہ غلط کوشش کی گئی ہے کہ مہدی اور مسیح ایک ہی وجود کے دو صفاتی نام ہیں اور چونکہ حضرت مرزاغلام احمدؑ کے وجود میں یہ دونوں پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں لہذا اب حضرت مرزاصاحبؒ کے بعد کسی نے نہیں آتا۔ (ایک ناجائز اور غلط دعویٰ مصلح موعود کر کے دراصل اس موضوع سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کی یہاں کام کوشش تھی)۔ اب وہ مسیح موعود جس نے آنحضرت ﷺ کی خبر کے مطابق حضرت امام مہدیؑ کے بعد نازل ہونا ہے، ظاہر ہے وہ خدا تعالیٰ سے علم اور اپنا ثبوت پا کر دعویٰ بھی کرے گا۔ اگرچہ گذشتہ مجددین کی طرح وہ حضرت امام مہدیؑ کے بعد اگلی صدی کا مسیح مودود ہو گا۔ لیکن وہ خالی عمومی مجدد نہیں ہو

گا بلکہ وہ مذہب کے علاوہ دنیاۓ علم و حکمت کا بھی مجدد ہو گا اور مسیحی نفس ہو گا۔ اور یوں مقدر ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسکے ہاتھ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اسلام کو فتح اور غلبہ بخشنے گا۔ وہ چونکہ عام مجددین سے ہٹ کر ایک خاص مصلح ہو گا لہذا یہ کس طرح ممکن تھا کہ وہ دعویٰ ہی نہ کرے اور لوگ اُسے اپنے اندازوں سے ڈھونڈتے پھریں۔ حضور فرماتے ہیں۔

”مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا۔

اے فخرِ سل قرب تو معلوم شد دیر آمدہ زراہ دُور آمدہ

اے رسولوں کے فخر تیرا خدا کے نزد یک مقام قرب مجھے معلوم ہو گیا ہے تو دیر سے آیا ہے۔ (اور) دُور کے راستے سے آیا ہے۔ (مجموعہ اشہارات جلد اصفہر ۱۹۱)

عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس مصلح موعود کو رسولوں کے فخر کا خطاب دے رہا ہے اور خلیفہ ثانی فرمائے ہیں کہ اُسے دعویٰ کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہو گی۔ لوگ اُسے اس کے کارنامول سے پہچانیں گے۔ عجیب تضاد ہے خلیفہ ثانی کی باتوں میں اور عجیب مصلح کے خیز تھے آپ کے ڈھکو سلے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اس مصلح موعود نے اپنے وقت پر کھڑا ہونا ہے۔ جب اُس کو خدا تعالیٰ سے قطعی علم اور قطعی ثبوت ملنا ہے تو اس نے دعویٰ کر کے لوگوں کا پہنچا میں بلانا ہے۔ لیکن اپنے اور غیر لا جواب ہو کر اسکے مقابلہ پر نہیں آئیں گے۔ اور اس طرح حضورؐ کی یہ پیشگوئی اُسکے وجود میں روز روشن کی طرح پوری ہو جائے گی۔ ”اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔“ (روحانی خزانہ جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۹)

خامساً مشتمل نمونہ از خروارے کے مطابق خلیفہ ثانی کے متذکرہ بالا بیانات اس بات کی چغلی کھا رہے ہیں کہ پیشگوئی مصلح موعود آپ کے اعصاب پر سوار تھی۔ اور مزید یہ کہ آپ نے خلیفہ بنتے ہی عملًا اس پیشگوئی کو اپنی جا گیر سمجھ لیا اور ہر صورت میں (دعویٰ کے ساتھ یا بغیر دعویٰ) اس کا مصدق اتنے پر تل گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی ایک طویل عرصہ آپ کو مند خلافت پر بٹھا کر آپ کی خوب آزمائش کی کہ آپ کرتے کیا ہیں؟ خلافت آپ کیلئے ایک بہت بڑی آزمائش بن گئی اور آپ اس آزمائش میں نہ صرف ناکام ہوئے بلکہ مجرم بھی بن گئے اور اس حقیقت کا افراد جماعت کو اسی مضمون میں عرفان ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ خلیفہ ثانی بنے کے بعد افراد جماعت کی اکثریت تو آپ کی بیعت کر چکی تھی لیکن بعض ناس سمجھ عطا اور جہلا آپ کو اپنے خیال میں مصلح موعود بنایا بیٹھے۔ حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہیے تھا کہ مصلح موعود خدا بنا یا کرتا ہے نہ کہ بندے لیکن چونکہ ”لوگ آئے اور دعویٰ کر بیٹھے۔ شیر خدا نے اُنکو پڑا۔ اور شیر خدا نے فتح پائی“، (روحانی خزانہ جلد ۲۴ صفحہ ۳۲۹) کا اہم بھی تو پورا ہوتا تھا۔ لہذا اسی الہام کے مطابق ہوا اور لوگوں نے خلیفہ ثانی کے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ لوگوں کے مصلح موعود بنانے کے بعد آپ زور و شور سے جماعی خدمات کیستھ ساتھ اس موقع کی بھی تلاش میں رہے جس سے دعویٰ کی کمی کا بھی ازالہ ہو جائے۔ آخر تین سال کے انتظار کے بعد یہ سنہری موقعہ آپ کو مورخہ ۸ ربیعہ ۱۴۲۲ء کو ایک خواب کی شکل میں میسر آ گیا۔ آپ اپنایہ خواب اس طرح بیان کرتے ہیں۔

خلیفہ ثانی کا خواب

”میں نے دیکھا کہ میں ایک مقام پر ہوں جہاں جنگ ہو رہی ہے وہاں کچھ عمارتیں ہیں۔ نہ معلوم وہ گڑھیاں ہیں یا ترپنچر (Trenches) ہیں۔ بہر حال وہ جنگ کے ساتھ تعلق رکھنے والی عمارتیں ہیں۔ وہاں کچھ لوگ ہیں جنکے متعلق میں نہیں جانتا کہ آیا وہ ہماری جماعت کے لوگ ہیں۔ یا یوں بھی مجھے ان سے تعلق ہے۔ میں اُنکے پاس ہوں۔ اتنے میں مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے جرمن فوج نے جو اس فوج سے کہ جس کے پاس میں ہوں۔ بر سر پیکار ہے یہ معلوم کر لیا ہے کہ میں وہاں ہوں اور اس نے اس مقام پر حملہ کر دیا ہے۔ اور وہ حملہ اتنا شدید ہے کہ اس جگہ کی فوج نے پسپا ہونا شروع کر دیا۔ یہ کہ وہ انگریزی فوج تھی یا امریکن فوج یا کوئی اور فوج تھی۔ اسکا مجھے اس وقت کوئی خیال نہیں آیا۔ بہر حال وہاں جو فوج تھی اسکو ہر جمنوں سے دبنا پڑا۔ اور اس مقام کو چھوڑ کر وہ پیچھے ہٹ گئی۔ جب وہ فوج پیچھے ہٹی تو جرمن اس عمارت میں داخل ہو گئے۔ جس میں تھا۔ تب میں خواب میں کہتا ہوں۔ دشمن کی جگہ پر رہنا درست نہیں۔ اور یہ مناسب نہیں کہ اب اس جگہ ٹھہرا جائے۔ یہاں سے ہمیں بھاگ چلنا چاہیے۔ اُس وقت میں رو یا میں صرف بھی نہیں۔ کہ تیزی سے چلتا ہوں بلکہ دوڑتا ہوں۔ میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں اور وہ بھی میرے ساتھ ہی دوڑتے ہیں۔ اور جب میں نے دوڑنا شروع کیا تو رو یا میں مجھے یوں معلوم ہوا جیسے میں انسانی مقدرت سے زیادہ تیزی کیستھ ساتھ دوڑ رہا ہوں۔ اور کوئی ایسی زبردست طاقت مجھے تیزی سے لے جا رہی ہے کہ میلوں میل ایک آن میں میں طے کرتا جا رہا ہوں۔ اس وقت میرے ساتھیوں کو بھی دوڑنے کی ایسی ہی طاقت دی گئی مگر پھر بھی وہ مجھ سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ اور میرے پیچھے ہی جرمن فوج کے سپاہی میری گرفتاری کیلئے دوڑتے آ رہے ہیں مگر شام کا ایک منٹ بھی نہیں گز را ہو گا کہ مجھے رو یا میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ جرمن سپاہی بہت پیچھے رہ گئے ہیں مگر میں چلتا چلا جاتا ہوں۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ زمین میرے پاؤں کے نیچے سمٹتی چلی جا رہی ہے بہانہ تک کہ میں ایک ایسے علاقے میں پہنچا جو دامن کوہ کھلانے کا مستحق ہے۔ ہاں جس وقت جرمن فوج نے حملہ کیا ہے۔ رو یا میں مجھے یاد آتا ہے کہ کسی سابق نبی کی کوئی پیشگوئی ہے یا خود میری کوئی پیشگوئی ہے اس میں اس واقعہ کی خبر پہلے سے دی گئی تھی اور تمام نقشہ بھی بتایا گیا تھا کہ جب وہ موعود اس مقام سے دوڑے گا تو

اس اس طرح دوڑے گا۔ اور پھر فلاں جگہ جائیگا۔ چنانچہ روایا میں جہاں میں پہنچا ہوں وہ مقام اس پہلی پیشگوئی کے عین مطابق ہے۔ اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ پیشگوئی میں اس امر کا بھی ذکر ہے کہ ایک خاص رستہ ہے جسے میں اختیار کروں گا۔ اور اس راستے کے اختیار کرنے کی وجہ سے دنیا میں بہت اہم تغیرات ہونگے۔ اور شمن مجھے گرفتار کرنے میں ناکام رہے گا۔ چنانچہ جب میں یہ خیال کرتا ہوں تو اس مقام پر مجھے کئی ایک پک ڈنڈیاں نظر آتی ہیں جن میں سے کوئی کسی طرف جاتی ہے اور کوئی کسی طرف۔ میں ان پک ڈنڈیوں کے بال مقابل دوڑتا چلا گیا ہوں تا معلوم کروں۔ کہ پیشگوئی کے مطابق مجھے کس راستے پر جانا چاہیے۔ اور میں اپنے دل میں یہ خیال کرتا ہوں کہ مجھے تو یہ معلوم نہیں کہ میں نے کس راستے سے جانا ہے۔ اور میرا کس راستے سے جانا خدا کی پیشگوئی کے مطابق ہے۔ ایسا نہ ہو میں غلطی سے کوئی ایسا راستہ اختیار کرلوں۔ جس کا پیشگوئی میں ذکر نہیں۔ اس وقت میں اس سڑک کی طرف جا رہا ہوں جو سب کے آخر میں باعثیں طرف ہے۔ اس وقت میں دیکھتا ہوں۔ کہ مجھے سے کچھ فاصلہ پر میرا ایک اور ساتھی ہے اور مجھے آواز دیکھ رکھتا ہے کہ اس سڑک پر نہیں۔ دوسرا سڑک پر جائیں۔ اور میں اسکے کہنے پر اس سڑک کی طرف جو بہت دور ہے کر ہے واپس لوٹا ہوں۔ وہ جس سڑک کی طرف مجھے آوازیں دے رہا ہے۔ انتہائی داعیں طرف ہے۔ اور جس سڑک کو میں نے اختیار کیا تھا وہ انتہائی باعثیں طرف تھی۔ پس چونکہ میں انتہائی باعثیں طرف تھا اور جس طرف وہ مجھے بلا رہا تھا۔ وہ انتہائی باعثیں طرف تھی۔ اسلئے میں لوٹ کر اس سڑک کی طرف چلا۔ مگر جس وقت میں پیچھے کی طرف واپس ہٹا۔ ایسا معلوم ہوا کہ میں کسی زبردست طاقت کے قبضہ میں ہوں۔ اور اس زبردست طاقت نے مجھے پکڑ کر درمیان میں سے گزرنے والی ایک پک ڈنڈی پر چلا دیا۔ میرا ساتھی مجھے آوازیں دیتا چلا جاتا ہے کہ اس طرف نہیں، اس طرف۔ مگر میں اپنے آپ کو بالکل بے بس پاتا ہوں۔ اور درمیانی پک ڈنڈی پر بھاگتا چلا جاتا ہوں۔ جب میں تھوڑی دور چلا تو مجھے وہ نشانات نظر آنے لگے۔ جو پیشگوئی میں بیان کئے گئے تھے۔ اور میں کہتا ہوں۔ میں اسی راستے پر آگیا جو خدا تعالیٰ نے پیشگوئی میں بیان فرمایا تھا۔ اس وقت روایا میں میں اسکی کچھ تو جیہہ بھی کرتا ہوں کہ میں درمیانی پک ڈنڈی پر جو چلا ہوں تو اس کا کیا مطلب ہے۔ چنانچہ جس وقت میرا آنکھ کھلی معاً مجھے خیال آیا کہ دایاں اور بایاں راستہ جو روایا میں دکھایا گیا ہے۔ اس میں باعثیں راستے سے مراد خالص دنیوی کوششیں اور تدبیریں ہیں اور داعیں راستے سے مراد خالص دنیی طریق دعا اور عبادتیں وغیرہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ ہماری جماعت کی ترقی درمیانی راستے پر چلنے سے ہوگی۔ یعنی کچھ تدبیریں اور کوششیں ہو گی اور کچھ دعا ہیں اور تقدیریں ہو گی۔ اور پھر یہ بھی میرے ذہن میں آیا کہ دیکھو قرآن شریف نے امت محمدی کو امامۃ وسطاً قرار دیا ہے۔ اس وسطی راستے پر چلنے کے بھی معنے ہیں کہ یہ امت اسلام کا کامل نمونہ ہو گی۔ اور چھوٹی پک ڈنڈی کی تعبیر ہے کہ درمیانی راستہ اور راستہ ہے مگر اس میں مشکلات بھی ہوتی ہیں۔

غرض میں اس راستے پر چلنا شروع ہوا۔ اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ دشمن بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ اتنی دور کہ نہ اس کے قدموں کی آہٹ سنائی دیتی ہے اور نہ اسکے آیکا کوئی امکان پایا جاتا ہے۔ مگر ساتھ ہی میرے ساتھیوں کے بیرون کی آہٹیں بھی کمزور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اور وہ بھی بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ مگر میں دوڑتا چلا جاتا ہوں۔ اور زمین میرے پیروں کے نیچے سُمٹی چلی جا رہی ہے۔ اس وقت میں کہتا ہوں کہ اس واقعہ کے متعلق جو پیشگوئی تھی۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اس راستے کے بعد پانی آیگا اور اس پانی کو عبور کرنا بہت مشکل ہو گا۔ اس وقت میں رستے پر چلتا تو چلا جاتا ہوں۔ مگر ساتھ ہی کہتا ہوں۔ وہ پانی کہاں ہے؟ جب میں نے کہا وہ پانی کہاں ہے تو یکدم میں نے دیکھا کہ میں ایک بہت بڑی جھیل کے کنارے پر کھڑا ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس جھیل کے پار ہو جانا پیشگوئی کے مطابق ضروری ہے۔ میں نے اس وقت دیکھا کہ جھیل پر کچھ چیزیں تیر رہی ہیں۔ وہ ایسی بھی ہیں جیسے سانپ ہوتے ہیں اور ایسی باریک اور بلکی چیزوں سے بنی ہوئی ہیں جیسے یہ غیرہ کے گھونسلے نہایت باریک تنکوں کے ہوتے ہیں۔ وہ اوپر سے گول ہیں جیسے اڑدھا کی پیچھہ ہوتی ہے اور رنگ ایسا ہے جیسے یہ کے گھونسلے سے سفیدی، زردی اور خاکی رنگ ملا ہوا۔ وہ پانی پر تیر رہی ہیں۔ اور اُنکے اوپر کچھ لوگ سوار ہیں جو انکو چلا رہے ہیں۔ خواب میں میں سمجھتا ہوں۔ یہ بت پرست قوم ہے اور یہ چیزیں جن پر یہ لوگ سوار ہیں، اُنکے بت ہیں اور یہ سال میں ایک دفعہ اپنے بتوں کو نہلا تے ہیں اور اب بھی یہ لوگ اپنے بتوں کو نہلا نے کی غرض سے مقرہ گھاٹ کی طرف لے جا رہے ہیں۔ جب مجھے اور کوئی چیز پار لے جانے کیلئے نظر نہ آئی تو میں نے زور سے چھلانگ لگائی اور ایک بت پر سوار ہو گیا۔ تب میں نے سنا کہ بتوں کے پچاری زور زور سے مشرکانہ عقاں کا اظہار منتروں اور گیتوں کے ذریعے سے کرنے لگے۔ اس پر میں نے دل میں کہا کہ اس وقت خاموش رہنا غیرت کے خلاف ہے اور بڑے زور زور سے میں نے تو حیدر کی دعوت ان لوگوں کو دینی شروع کی اور شرک کی برائیاں بیان کرنے لگا۔ تقریر کرتے ہوئے مجھے یوں معلوم ہوا کہ میری زبان اُردو نہیں بلکہ عربی ہے۔ چنانچہ میں عربی میں بول رہا ہوں۔ اور بڑے زور سے تقریر کر رہا ہوں۔ روایا میں ہی مجھے خیال آتا ہے کہ ان لوگوں کی زبان تو عربی نہیں۔ یہ میری باتیں کس طرح سمجھیں گے۔ مگر میں محسوس کرتا ہوں کہ گاؤں کی زبان کوئی اور ہے مگر یہ میری باتیں خوب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ میں اسی طرح اُنکے سامنے عربی میں تقریر کر رہا ہوں۔ اور بتیں کس طرح سمجھیں گے۔ اُنکو کہتا ہوں کہ تمہارے یہ بت اس پانی میں غرق کیے جائیں گے۔ اور خدا نے واحد کی حکومت دنیا میں قائم کی جائے گی۔ ابھی میں یہ تقریر کر رہا تھا کہ مجھے معلوم ہوا کہ اسی کشتمی نہایت والا جس پر میں سوار ہوں یا اسکے ساتھ کے بت والا بت پرستی کو چھوڑ کر میری باتوں پر ایمان لے آیا ہے۔ اور موحد ہو گیا ہے۔ اسکے بعد اثر بڑھنا شروع ہوا اور ایک کے بعد دوسرا اور دوسرا کے بعد تیسرا۔ اور تیسرا کے بعد چوتھا اور چوتھے کے بعد پانچواں شخص میری باتوں پر ایمان لاتا مشرکا نہ باتوں کو

ترک کرتا اور مسلمان ہوتا چلا جاتا ہے۔ اتنے میں ہم جھیل پار کر کے دوسری طرف پہنچ گئے۔ جب ہم جھیل کے دوسری طرف پہنچ گئے تو میں انکو حکم دیتا ہوں کہ ان بتوں کو جیسا کہ پیشگوئی میں بیان کیا گیا تھا۔ پانی میں غرق کر دیا جائے۔ اس پر جو لوگ موحد ہو چکے ہیں وہ بھی اور جو بھی موحد تو نہیں ہوئے مگر ڈھیلے پڑ گئے ہیں۔ میرے سامنے جاتے ہیں اور میرے حکم کی قیمت میں اپنے بتوں کو جھیل میں غرق کر دیتے ہیں۔ اور میں خواب میں حیران ہوں کہ یہ تو کسی تیرنے والے ماڈے کے بننے ہوئے تھے۔ یہ اس آسانی سے جھیل کی تہہ میں کس طرح چلے گئے۔ صرف پچاری پکڑ کر انکو پانی میں غوطہ دیتے ہیں اور وہ پانی کی گہرائی میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اسکے بعد میں کھڑا ہو گیا اور پھر انہیں تبلیغ کرنے لگ گیا۔ کچھ لوگ تو ایمان لا چکے تھے۔

مگر باقی قوم جو ساحل پر تھی۔ ابھی ایمان نہیں لائی تھی۔ اسلئے میں نے انکو تبلیغ کرنی شروع کر دی۔ یہ تبلیغ میں انکو عربی زبان میں ہی کرتا ہوں۔ جب میں انہیں تبلیغ کر رہا ہوں تاکہ وہ لوگ بھی اسلام لے آئیں تو یک دم میری حالت میں تغیر پیدا ہوتا ہے اور مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اب میں نہیں بول رہا بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے الہامی طور پر میری زبان پر باتیں جاری کی جا رہی ہیں جیسے خطبہ الہامیہ تھا۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کی زبان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جاری ہوا۔ غرض میرا کلام اس وقت بند ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ میری زبان سے بولنا شروع ہو جاتا ہے۔ بولنے بولتے میں بڑے زور سے ایک شخص کو جو غالباً سب سے پہلے ایمان لایا تھا۔ غالباً کاظم میں نے اسلئے کہا کہ مجھے یقین نہیں کہ وہی شخص پہلے ایمان لایا ہو۔ ہاں غالب گمان یہی ہے کہ وہی شخص پہلا ایمان لانے والا یا پہلے ایمان لانے والوں میں سے با اثر اور منفرد جو دو تھا۔ بہر حال میں یہی سمجھتا ہوں کہ وہ سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہے اور میں نے اس کا اسلامی نام عبد الشکور کھا ہے۔ میں اُسکو مخاطب کرتے ہوئے بڑے زور سے کہتا ہوں کہ جیسا کہ پیشگوئیوں میں بیان کیا گیا ہے۔ میں اب آگے جاؤں گا۔ اسلئے اے عبد الشکور تجھ کو میں اس قوم میں اپنا نائب مقرر کرتا ہوں۔ تیرافرض ہو گا کہ میری واپسی تک اپنی قوم میں توحید و فتح کرے اور شرک کو مٹا دے اور تیرافرض ہو گا کہ اپنی قوم کو اسلام کی تعلیم پر عامل بنائے۔ میں واپس آ کر تجھ سے حساب لوں گا۔ اور دیکھوں گا کہ تجھے میں نے جن فرائض کی سرانجام دی ہی کیلئے مقرر کیا ہے۔ ان کو تو نے کہاں تک ادا کیا ہے۔ اسکے بعد وہی الہامی حالت جاری رہتی ہے اور میں اسلام کی تعلیم کے اہم امور کی طرف اُسے توجہ دلاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تیرافرض ہو گا کہ ان لوگوں کو سکھائے کہ اللہ ایک ہے اور محمد ﷺ اسکے بندہ اور رسول ہیں۔ اور کلمہ پڑھتا ہوں۔ اور اسکے سکھانے کا اُسے حکم دیتا ہوں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ اصلوۃ والسلام پر ایمان لانے کی اور آپ کی تعلیم پر عمل کرنے کی اور سب لوگوں کو اس ایمان کی طرف بلانے کی تلقین کرتا ہوں۔ جس وقت میں یہ تقریر کر رہا ہوں (جو خود الہامی ہے) یوں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو میری زبان سے بولنے کی توفیق دی ہے اور آپ فرماتے ہیں۔ ”أَكَانَ الْمَسِيحُ الْمَوْعُودُ“ اسکے بعد میں انکو اپنی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ چنانچہ اس وقت میری زبان پر جو فقرہ جاری ہوا۔ وہ یہ ہے۔ ”وَآتَا الْمَسِيحَ الْمَوْعُودَ مَثِيلَةً وَخَلِيفَتَهُ“ اور میں بھی مسیح موعود ہوں۔ یعنی اُس کا مشیل اور اُس کا خلیفہ ہوں۔

تب خواب میں ہی مجھ پر ایک رعشہ کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ میری زبان پر کیا جاری ہوا۔ اور اس کا کیا مطلب ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اس وقت معاً میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اسکے آگے جو افاظ ہیں کہ مثیلہ میں اس کا نظیر ہوں۔ وَخَلِيفَتَهُ اور اُس کا خلیفہ ہوں۔ یہ الفاظ اس سوال کو حل کر دیتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے الہام کو دہ حسن و احسان میں تیراظیر ہو گا۔ اسکے مطابق اور اُسے پورا کرنے کیلئے یہ فقرہ میری زبان پر جاری ہوا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اُس کا مشیل ہونے اور اُس کا خلیفہ ہونے کے لحاظ سے ایک رنگ میں میں بھی مسیح موعود ہی ہوں۔ کیونکہ جو کسی کا نظیر ہو گا اور اسکے اخلاق کو اپنے اندر لے لیگا۔ وہ ایک رنگ میں اُس کا نام پانے کا مستحق بھی ہو گا۔ پھر میں تقریر کرتے ہوئے کہتا ہوں میں وہ ہوں جسکے ظہور کیلئے اُنہیں سوال سے کنوار یا منظوظ بیٹھی تھیں۔ اور جب میں کہتا ہوں ”میں وہ ہوں جس کیلئے اُنہیں سوال سے کنوار یا اس سمندر کے کنارے پر انتظار کر رہی تھیں“ تو میں نے دیکھا کہ کچھ جو جوان عورتیں اور جو سات یا نو ہیں۔ جنکے لباس صاف سترے ہیں دوڑتی ہوئی میری طرف آتی ہیں۔ مجھے السلام علیکم کہتی ہیں اور ان میں سے بعض برکت حاصل کرنے کیلئے میرے کپڑوں پر ہاتھ پھیرتی ہیں اور کہتی ہیں ”ہاں ہاں ہم تصدیق کرتی ہیں کہ ہم اُنہیں سوال سے آپ کا انتظار کر رہی تھیں“ اسکے بعد میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ میں وہ ہوں جسے علم اسلام اور علوم عربی اور اس زبان کا فلسفہ ماں کی گود میں اُسکی دونوں چھاتیوں سے دودھ کیسا تھوڑا پلاۓ گئے تھے۔ رُؤیا میں جو ایک سابق پیشگوئی کی طرف مجھے توجہ دلائی گئی تھی۔ اس میں یہ بھی خبر تھی کہ جب وہ موعود بھاگے گا۔ تو ایک ایسے علاقہ میں پہنچ گا جہاں ایک جھیل ہو گی اور جب وہ اس جھیل کو پار کر کے دوسری طرف جائے گا تو وہاں ایک قوم ہو گی جسکو وہ تبلیغ کریکا اور وہ اُسکی تبلیغ سے متاثر ہو کر مسلمان ہو جائیگی۔ تب وہ دشمن جس سے وہ موعود بھاگے گا۔ اس قوم سے مطالبة کر لیگی کہ اس شخص کو ہمارے حوالے کیا جائے مگر وہ قوم انکار کر دیگی اور کہے گی ہم لڑ کر مر جائیں گے مگر اسے تمہارے حوالے نہیں کریں گے۔ چنانچہ خواب میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ جو من قوم کی طرف سے مطالبة ہوتا ہے کہ تم انکو ہمارے حوالے کر دو۔ اس وقت میں خواب میں کہتا ہوں یہ تو بہت تھوڑے ہیں اور دشمن بہت زیادہ ہے مگر وہ قوم باوجود اسکے کہ ابھی ایک حصہ اس کا ایمان نہیں لایا۔ بڑے زور سے اعلان کرتی ہے کہ ہم ہرگز انکو تمہارے حوالے کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ ہم لڑ کر فنا ہو جائیں گے

مگر تمہارے اس مطالبہ کو تسلیم نہیں کریں گے تو میں کہتا ہوں۔ دیکھو وہ پیشگوئی بھی پوری ہو گئی۔ اسکے بعد میں پھر انکو ہدایتیں دیکھ اور بار بار تو حجت قبول کرنے پر زور دیکھ اور اسلامی تعلیم کے مطابق زندگی بصر کرنے کی تلقین کر کے آگے کسی اور مقام کی طرف روانہ ہو گیا ہوں۔ اس وقت میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس قوم میں سے اور لوگ بھی جلدی جلدی ایمان لانے والے ہیں۔ چنانچہ اسی لئے میں اس شخص سے جسے میں نے اس قوم میں اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے۔ کہتا ہوں جب میں واپس آؤں گا تو اے عبدالشکور میں دیکھوں گا۔ کہ تیری قوم شرک کو چھوڑ چکی ہے۔ موحد ہو چکی ہے۔ اور اسلام کے تمام احکام پر کار بند ہو چکی ہے۔” (الموعود بحوالہ انوار العلوم جلد ۱ صفحات ۵۱۹ تا ۵۲۶)

خواب کے متعلق تو میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ حضورؐ کے فرمان کے مطابق خواب کی تین اقسام ہیں یعنی نفسانی، شیطانی اور حملی۔ مزید عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الرجح کی آیات نمبر ۵۳ اور ۵۴ میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا أَذَا تَمَّتَّعَ الْشَّيْطَنُ فِي أُمَّيَّةِ نَبِيٍّ فَيَنْسُخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَنُ ثُمَّ يُحَكِّمُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ حَكْيَمٌ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَنُ فِي شَيْءٍ لِّلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرْضٌ وَالْقَاسِيَةُ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شَقَاقٍ بَعِيْدٍ۔ ترجمہ۔ اور ہم نے تجوہ سے پہلے نکوئی رسول بھیجا نہیں مگر جب بھی اس نے کوئی خواہش کی، شیطان نے اسکی خواہش کے رستہ میں مشکلات ڈال دیں۔ پھر اللہ اکسو جو شیطان ڈالتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو اسکے اپنے نشان ہوتے ہیں انکو مضبوط کر دیتا ہے اور اللہ بہت جانے والا حکمت والا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو شیطان ڈالتا ہے وہ ان لوگوں کیلئے ٹھوکر کا موجب ہو جاتی ہیں جنکے دلوں میں بیماری ہوتی ہے اور جنکے دل سخت ہوتے ہیں اور ظالم لوگ شدید مخالفت کرنے پر تلے رہتے ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مناطب کر کے فرمایا ہے کہ اسے محمد ﷺ تیرے سے پہلے میں نے کوئی ایسا رسول یا نبی نہیں بھیجا کہ اسکی یہ حالت نہ ہو کہ جب وہ کوئی تمثیل یا خواہش کرے یعنی اپنے نفس سے کوئی بات چاہیے تو شیطان اسکی خواہش میں کچھ ملاندے۔ پھر بعد میں اللہ تعالیٰ وہی متلو جوشوت اور بیعت اور روشنی تام رکھتی ہے کے ذریعے اس شیطانی یا نفسانی دخل کو اٹھا کر ارادہ الہی کو مصafa کر کے دکھلا دیتا ہے۔ میں یہاں مثال کے طور پر ۲۰ رفروری ۱۸۸۱ء کی الہامی پیشگوئی پیش کرتا ہوں۔ یہ الہامی پیشگوئی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول اور نبی پر نازل ہوئی۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو دونشان عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا۔ یعنی ایک ”وجیہہ اور پاک لڑکا“ اور دوسرا ”زکی غلام“۔ اب اس الہامی پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے ”لڑکے“ کی توضاحت فرمادی کہ وہ آپ کی تختہ اور آپ کی ذریت و نسل سے ہو گا لیکن ”زکی غلام“ کی اللہ تعالیٰ نے کوئی وضاحت نہیں فرمائی کہ وہ کون ہو گا؟ آپ کا جسمانی بیٹا ہو گا یا کوئی روحانی بیٹا ہو گا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حضورؐ نے زکی غلام کیسا تھا بریکٹ میں لفظ (لڑکا) لکھ دیا۔ اب یا آپ کی تمثیل یا خواہش تھی کہ وہ زکی غلام میرا جسمانی بیٹا ہی ہو گا۔ لیکن ارادہ الہی میں زکی غلام سے مراد آپ کا کوئی روحانی فرزند تھا جیسے آپ خود آنحضرت ﷺ کے روحانی فرزند تھے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے زکی غلام سے متعلق اپنے مرسل کی اس اجتہادی غلطی کو آپ پر چھوٹے ٹکڑوں کی صورت میں مبشر الہامات آپ کی وفات تک نازل فرمادی میں اٹھادیا۔ لیکن آپ کی یہ اجتہادی غلطی آپکے بعد آپ کی جسمانی اولاد اور بعض دیگر نفسانی احمدیوں کیلئے ایک ابتلاء بن گئی۔ میں یہاں پر یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ کسی نبی یا رسول کا کسی معاملہ میں کوئی تمثیل یا خواہش کرنا گناہ نہیں۔ بلکہ یہ ایک بشری کمزوری ہے جس سے کوئی نبی بھی مبرأ نہیں۔ مثلاً ابوالانبیا حضرت ابراہیمؑ جب اپنی بعض آزمائشوں میں پورا اترتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سورہ البقرہ آیت ۱۲۵ میں فرماتے ہیں۔

وَإِذَا أَبْتَلَ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَتَيْ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلَّنَّاِسِ إِمَاماً قَالَ وَمِنْ ذُرَيْنِيَ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ۔ ترجمہ۔ اور جب ابراہیمؑ کو اسکے رب نے بعض باتوں کے ذریعہ سے آزمایا اور اس نے انکو کر دکھایا، فرمایا کہ میں تجھے یقیناً لوگوں کا امام مقرر کرنے والا ہوں (ابراہیمؑ نے) کہا اور میری اولاد میں سے بھی۔ (اللہ نے) فرمایا (ہا مگر) میرا وعدہ ظالموں تک نہیں پہنچ گا۔ چھینکنے

ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں اللہ تعالیٰ نے آنبا کی لائن لگادی۔ لیکن بعض آپ کی نسل میں سے ظالم بھی بنے۔ حضرت یوسفؑ کو کنویں میں چھینکنے والے آپ کی نسل میں سے ہی تھے۔ اس طرح مکہ میں آپ نے جو اللہ تعالیٰ کا گھر خالص اسکی تو حجت کے واسطے بنایا تھا، اس میں ۳۶۰ بت رکھ کر اسے بنگانہ میں بدلنے والے بھی آپ کی نسل میں سے ہی تھے۔ بہر حال کسی نبی کا کوئی تمثیل یا خواہش کرنا گناہ نہیں۔ ہاں البتہ اپنے نبی کی خواہش کو پورا کرنا یا نہ کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کچھ مصالح اور مخفی اغراض کی خاطر اپنے آنبا کے فہم اور ادا کر کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے اور اس طرح کوئی قول یا فعل سہو یا اجتہادی غلطی کی شکل پر ان سے صادر ہو جاتا ہے اور اس طرح وہ حکمت جس کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ ظاہر فرمایا ہے ظاہر ہو جاتی ہے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ وہی متلو کے ذریعہ اپنے آنبا کی ایسی اجتہادی غلطی کو دور فرمادیتا ہے۔ بالکل یہی معاملہ ۲۰ رفروری ۱۸۸۱ء کی الہامی پیشگوئی کے سلسلہ میں بھی ہوا۔ بہر حال یہ تو مخفی باقی تھیں جو میں نے بیان کی ہیں۔ میری اصل غرض لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ آنبا یا اُس سلسلہ میں کسی جب کوئی تمثیل یا خواہش کرتے ہیں تو ان کا نفس بعض اوقات درمیان میں دخل دے دیتا ہے۔ جب کلام الہی کے مطابق آنبا کی یہ حالت ہے تو پھر کسی خواب کے سلسلہ میں

انتخابی خلیفہ کی کیا حیثیت ہے کہ اسکی خواب میں اُس کا نفس دخل نہ دے؟ اور پھر خلیفہ بھی ایسا ہو کہ ایک الہامی پیشگوئی نے بچپن سے ہی اُسے اپنی طرف متوجہ کر رکھا ہو۔ اور وہ اپنی اس خواہش کا بار بار اظہار بھی کر چکا ہو کہ اس پیشگوئی کا مصدق یا تو میں ہوں یا پھر میرے بھائیوں میں سے کوئی ہوگا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ خود خلیفہ بھی ہو اور لاکھوں لوگ آپکے ہاتھ پر بیعت بھی کر چکے ہوں اور کوئی بھی احمدی آپکے آگے چوں بھی نہ کر سکتا ہو۔ ان حالات میں نفس کو کھلی چھٹی مل جاتی ہے اور وہ دھکے سے حملہ آور ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر یہ رہمنی خواب بھی تھی تو اس کا مطلب صرف اتنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ”وجیہہ اور پاک لڑکا“، کی پیشگوئی کے مطابق آپکو مشیل بشیر احمد اول بنایا تھا وہ اس۔ اس خواب سے آپ موعود زکی غلام مصلح موعود کیسے بن سکتے ہیں کیونکہ ”زکی غلام“ متعلق جو کلام الہی حضور پر نومبر ۱۹۰۴ء تک نازل ہوتا رہا، وہ آپکو اور آپکے دوسرے زندہ بھائیوں کو پیشگوئی موعود زکی غلام مصلح موعود کے دائرہ سے ہی باہر نکال دیتا ہے؟ امر واقع یہ ہے کہ چونکہ آپ خلیفہ ہوتے ہیں سیاہ و سفید کے مالک بن گئے تھے اور آپکے آگے کوئی روکاٹ نہیں تھی لہذا اس طویل خواب کو آپ نے پیشگوئی مصلح موعود کے ضمن میں اپنی نفسانی خواہش کو پورا کرنے کا ذریعہ بنایا۔

خاکسار کا خواب

آگے بڑھنے سے پہلے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ چونکہ میرے دعویٰ مصلح موعود کی بنیاد بھی ایک خواب ہی ہے لہذا میں مختصرًا اپنی خواب بعده سیاق و سبق درج کرتا ہوں تاکہ قارئین کرام دو (۲) مدعاں مصلح موعود کی خوابوں اور اُنکے حالات کے تقابلی جائزہ سے سچائی تک پہنچ سکیں۔ خلیفہ ثانی کے بالمقابل خاکسار کی یہ حالت ہے کہ ماہ فروری یا مارچ ۱۹۵۳ء میں کسی نامعلوم تاریخ کو میری پیدائش ہوئی۔ پیدائش کے چھ ماہ بعد جب میرے والد صاحب کی اجل کا وقت آیا تو وفات سے قبل انہوں نے اپنی بہنوں کے پوچھنے پر اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر اپنے شیرخوار بچے کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا اور اس طرح شیرخوارگی سے لیکر آج تک میری زندگی کا یہ سفر اللہ تعالیٰ کے فنلوں اور رحمتوں کے زیر سایہ ہی طہور ہا ہے۔ یقیناً بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ کے اس مخفی ہاتھ کو میں اپنے سر پر دیکھ رہا ہوں۔ لیکن دسمبر ۱۹۸۳ء بروز جمعہ ایک مبارک سجدہ سے اٹھنے کے بعد میں نے اس مخفی ہاتھ کے جلوے بہت کھلے کھلے دیکھے ہیں۔ میرے والد صاحب ایک معزز صاحب جا نکاد زمیندار تھے۔ ہمارا تعلق جاؤں کی ایک شاخ جنبہ سے ہے۔ ایک متوسط اور دیانتار زمیندار کی زندگی ہمیشہ غربت میں ہی گزرتی ہے۔ یہی حال ہمارا تھا۔ والد صاحب کی ناگہانی موت کے ساتھ ہی ہم پر اقتضادی اور سماجی دکھوں کے پہاڑوٹ پڑے۔ ہماری برادری نے ہمارا جینا دو بھر کر دیا۔ ہمارے منہ کا آخری القسم تک چھینتے کی کوشش کی گئی۔ ہم پر جھوٹے مقدمات بنائے گئے اور ہمیں ڈرایا اور دھمکایا جاتا تھا۔ لیکن ہماری ماں اپنے یتیم اور بظاہر بے سہارا بچوں کو اپنے بازوں میں لیکر بیٹھ گئی اور برادری کے ہر دکھ اور ہر اذیت کا مقابلہ کرتی رہی۔ میری مرحومہ ماں (اللہ تعالیٰ ہزاروں ہزار رحمتیں اس پر نازل فرمائے) اُن پڑھتی اور تھوڑا بہت قرآن مجید ناظرہ جانی تھی۔ ان تکلیف دہ اور مشکل حالات میں خاکسار قرآن مجید ناظرہ بھی نہ پڑھ سکا اور نہ میری کوئی دینی تعلیم و تربیت ہو سکی۔ اسکی بڑی دو وجہات تھیں۔ پہلی وجہ یہ کہ اس دیران ماحول میں مجھے پڑھانے والا کوئی نہیں تھا اور دوسری یہ کہ میری ماں اور میرے بھائیوں کو مجھے پڑھانے کا ہوش نہ تھا۔ وہ اپنی بقا کی جنگ لڑ رہے تھے۔

میرا اس ان پڑھ ماحول میں بیدا ہو کر اعلیٰ نمبروں میں ایم اے کر لینا کوئی اتفاقی واقع نہیں بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی خاص منشاء کے تحت ہوا۔ میرے خاندان میں نہ مجھ سے پہلے اور نہ ہی بعد میں آج تک کوئی بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکا ہے۔ خاکسار بلاشبہ اپنی کلاس کا ذہن اور خاموش ترین طالب علم تھا۔ دنیاوی علوم میں کافی اچھا تھا لیکن دینیات میں صفر تھا۔ میں دینی علم میں اپنی قابلیت کا ایک واقعہ لکھتا ہوں جو اب تک مجھے یاد ہے۔ خاکسار ۱۹۷۷ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ میں وہم ڈی کا طالب علم تھا۔ ہمارے دینیات کے استاد تھے محترم محمد اسماعیل صاحب۔ میرے استاد صاحب بھی اور میں بھی جانتا تھا کہ مجھے دینیات نہیں آتی۔ لیکن چونکہ میں باقی مضامین میں کافی ہوشیار تھا اور ہمیشہ خاموش رہتا تھا۔ اس لیے ماسٹر محمد اسماعیل صاحب مجھ سے کچھ نہیں پوچھتے تھے۔ ایک دن میں لاپرواہی میں کسی دوسرے نہم جماعت سے بات کر رہا تھا کہ اوپر سے اچانک مولوی محمد اسماعیل صاحب آگئے۔ انہوں نے مجھے کھڑا کر دیا اور مجھ سے پوچھا کہ تو حید کسے کہتے ہیں؟ مجھے علم نہیں تھا اور میں خاموش کھڑا رہا۔ آخر ماسٹر صاحب نے مجھے شرمندہ کر کے بٹھا دیا۔ میں یہ واقعہ اس لیے لکھ رہا ہوں تاکہ لوگ میرے دینی علم کے پس مظہر کا اندازہ کر لیں کہ میں وہ کیسا تھا؟ ساری زندگی رٹ رٹا کر قرآن مجید پڑھنے کی کوشش کرتا رہا۔ بالآخر وسیط دسمبر ۱۹۸۳ء بروز جمعہ ”رحمت حق بہانی جوید“ کے محاورہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے میرے لئے وہ موقعہ پیدا کر دیا کہ میں اسکے حضور سجدہ ریز ہو کر علم کی اور زندگی کی بھیک مانگوں۔ اس سجدہ کی حالت میں میرے رب نے علم سے متعلق وہ تمام الہامی دعائیں سن لیں جو میں نے اُسکے حضور میں کی تھیں۔ ہوا اس طرح کہ شروع دسمبر ۱۹۸۳ء میں، میں جماعت احمدیہ لاہور کے ہوٹل ”دارالحمد“ میں رہائش پذیر تھا۔ ان دونوں اگرچہ میں یونیورسٹی سے فارغ ہو چکا تھا لیکن ایک Research paper لکھنے کی خاطر میں نے سفر اط کے مشہور معروف قول ”نیکی علم ہے“ پر غور و فکر شروع کر رکھا تھا۔ سفر اط کے اس قول کی جو تشریح مختلف کتابوں میں کی گئی تھی میرا دل اس سے مطمئن نہیں تھا۔ اس قول کو دیکھنے سے یہ توبہ چلتا

تھا کہ سقراط کی نظر میں جو نیکی ہے وہی علم ہے اور اس طرح علم کے جاننے کے لیے نیکی کا جانا ضروری ہے۔ اب سوال یہ تھا کہ نیکی کیا ہے؟ اس سوال پر قریبًا دو ہفتے غور و فکر کرتا رہا لیکن نتیجہ صفر تھا۔ وسط دسمبر ۱۹۸۳ء کوئی مبارک جمعہ کا دن تھا۔ نماز جمعہ پڑھنے کے بعد میں اپنے کمرہ میں گیا اور پھر اسی سوال پر غور و فکر شروع کر دیا۔ لیکن اب میرا ذہن بالکل تحکم چکا تھا۔ اور میں نے محسوس کیا کہ اس سوال کو جانا میرے بس کی بات نہیں۔ میرے دل میں خیال آیا یا مجھے آلقا ہوا کہ کیوں نہ دعا کروں اور علیم و خبیر ہستی سے اس سوال کا جواب جاننے کی کوشش کروں۔ اس وقت میرے دل میں دُعا کیلئے بہت جوش اور ترپ پیدا ہو گئی اور میں چار پائی پرہی قبلہ رخ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔ حصول علم کے لیے آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو دعا نئیں الہاماً سکھائی گئیں تھیں۔ یہ دُعا نئیں مجھے از بر تھیں۔ اس وقت میں نے سجدہ میں ان دعاؤں کو پڑھنا شروع کر دیا۔ یہ دعا نئیں درج ذیل تھیں۔

(۱) رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ (سورۃ طہ ۱۱۵ / تذکرہ صفحہ ۳۱۰)۔ اے میرے رب! مجھے میرے علم میں زیادتی عطا فرما۔

(۲) رَبِّ عَلِمْنِیْ مَا هُوَ خَيْرٌ عِنْدَكَ۔ (تذکرہ صفحہ ۵۵۸) اے میرے رب! مجھے وہ کچھ سکھلا جو تیرے نزدیک بہتر ہے۔

(۳) رَبِّ آرِنِیْ آتُوا رَكَّ الْكُلُّیْةَ۔ (تذکرہ صفحہ ۵۳۲) اے میرے رب! مجھے اپنے وہ تمام انوار دکھلا جو محیط کل ہیں۔

(۴) رَبِّ آرِنِیْ حَقَائِقَ الْأَشْيَايِ۔ (تذکرہ صفحہ ۲۱۳) اے میرے رب! مجھے اشیاء کے حقائق دکھلا۔

(۵) اے آزلیٰ آبدیٰ خدا! مجھے زندگی کا شریت پلا۔ (تذکرہ صفحہ ۲۰۰)

سجدہ میں کافی دیر ان دعاؤں کو پڑھتا رہا۔ اسی حالت میں مجھے نہ صرف محسوس ہوا بلکہ یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری فریاد سن لی ہے اور اس طرح نیکی اور علم کے متعلق بہت ساری باتیں میرے دل و دماغ میں داخل ہو گئیں۔ سجدہ سے اٹھنے کے بعد میری خوشی کی انہتانہ تھی اور میری ہر قسم کی تحکماں بھی دور ہو چکی تھی۔ بعد میں پھر کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ اچانک غیب سے بعض باتیں میرے دل و دماغ میں آ جاتی تھیں۔ اور میں نے محسوس کیا کہ غائب سے کوئی مجھے پڑھا رہا ہے اور علم اور مذہب کے متعلق بعض گہرے اسرار مجھے بتائے جا رہے ہیں۔ اور اس طرح مجھاً می انسان پر جو کسی وقت تو حید کا مطلب نہیں جانتا تھا علم و عرفان کے دروازے کھل گئے۔ میں لوگوں سے سوال کرتا ہوں کہ میرے جیسا دینی اور علمی پس منظر کھن والا کوئی شخص کیا یہ سوچ سکتا ہے کہ میں جھوٹا دعویٰ مصلح موعود کر کے لوگوں کو لا جواب کر دوں گا؟ ایسا ممکن ہے تو کوئی ایسا کر کے دکھائے۔ کیا میرے اور خلیفہ ثانی کے حالات میں کوئی بھی مثالت ہے؟ یقیناً میرے رب نے مجھے اپنی رحمت کا نشان بنایا ہے اور اپنے نامعلوم مقاصد کی تکمیل کیلئے مجھے چن لیا ہے الحمد للہ۔ امر واقع یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دسمبر ۱۹۸۳ء میں میرے سجدہ ریز ہونے سے پہلے ہی خاس کار کو اپنی رحمت کا نشان بنانے کا تھا اور ۲۰ مرفروری ۱۸۸۲ء کی الہامی پیشگوئی کے نتیجے میری زندگی میں میری پیدائش کیسا تھا ہی بودیے گئے تھے اور یہ نیچ الہامی پانی کیسا تھا ساتھ نکم الہامی اپنے وقت پر پھلتے پھولتے گئے۔ اور بخدا مجھے کچھ علم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنا کوئی عظیم الشان وعدہ میرے وجود میں پورا کرنے والا ہے۔ من در چن خیالِ وفلک در چن خیال۔ جب میری عمر ۲۳ یا ۲۴ سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے درج ذیل منظوم دُعا سکھائی۔

اے میرے اللہ اب تو میری پکارن لے

بُنْشَشْ کا میں ہوں طالب، میرے غفارن لے

میں گنہ گار بندہ در پہ ہوں تیرے آیا

شرمندگی کے آنسو اپنے ہوں ساتھ لایا

گلیوں میں رُو رہا ہوں، آنسو بہا رہا ہوں

ڈر و رکی ٹھوکریں، اے ماں میں کھارا ہوں

تو پاک مجھ کو کر دے اور نیک بھی بنا دے

اسلام کی محبت، دل میں میرے بھادے

ہر آن رکھوں دیں کو، دنیا پہ میں مقدم

اسلام کی فتح کا، ہو فکر مجھ کو ہرم

اسلام کی صداقت دنیا میں، میں پھیلاؤں

شمع ہدایت، ہر گھر میں، میں جلاوں

اسلام پر جیوں میں، اسلام پر، مروں میں
ہر قدرہ اپنے خوب کا، اس کی نظر کروں میں

برائی سے بچوں، اور زبان پر ہو صداقت
تیرے چمن کا گل ہوں گل کی تو کر حفاظت

(خواب نمبر ۱) دعا سکھانے کے چند ماہ بعد اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے مجھے دخواب دکھائے۔ ان میں سے پہلا خواب اس طرح تھا۔ ربہ اور لالیاں کے درمیان ایک ندی تھی جو اب خشک ہو چکی ہے۔ میں اپنی والدہ کیسا تھج پچن میں اس ندی کو عبور کر کے لالیاں جایا کرتا تھا۔ خواب میں اس ندی کے دونوں کناروں پر تھوڑا تھوڑا سبزہ تھا۔ ندی کے شہاب مغربی کنارے پر میں آپ کو حضرت امام مہدی مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے کھڑا پاتا ہوں۔ حضورتے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ”غفار نماز پڑھا کرو اور میرے ساتھ دعا کرو“، میں نے بغرض دعا اپنے ہاتھ حضور کیسا تھج اور آپ کی اقتدا میں آسمان کی طرف اٹھا لیے۔ اور اس وقت میں اللہ تعالیٰ کے حضور یہی منظوم دعا مانگ رہا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ اس منظوم دعا میں اپنی بخشش اور ناداری کے علاوہ پاک اور نیک بننے اور اسلام کی فتح اور غلبہ کی دعاء مانگی گئی ہے۔ آخری شعر میں اپنی صداقت اور اپنی حفاظت کی دعا کی گئی ہے۔ اگر کوئی دعا اللہ تعالیٰ سکھلانے اور پھر وہ دخواب کی حالت میں اپنے کسی برگزیدہ نبی کی اقتدا میں اپنے حضور منگوائے تو پھر ایسی دعا کی قبولیت میں کیا شک ہو سکتا ہے؟

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدا نے بخشندہ بخشندہ

جب میں نے یہ خواب دیکھی تھی تو اس وقت میں یہی جانتا تھا کہ یہ ایک مبارک خواب ہے۔ اس وقت میں اس خواب کی تعبیر سے قطعی طور پر لاعلم تھا اور نہ ہی میں نے اس کی تعبیر

جاننے کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی مجھے اسکی تعبیر سے لاعلم رکھا۔ **نمبر ۳۸۴ء** میں سجدہ سے اٹھنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس خواب کی تعبیر سے مجھے آگاہ فرمایا۔ (اولاً) اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ اس خواب میں حضرت امام مہدی مسیح موعود علیہ السلام نے جو دعاء مانگی تھی۔ یہ وہی دعا ہے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور گو ۲۰۰۰ رفروری ۱۸۸۲ء کے اشتہار میں بتایا تھا۔ ”میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگ۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگدی۔“ (ثانیاً) اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ وہ موعود نشان رحمت جو حضور گو بخشنا گیا وہ تو (یعنی خاکسار) ہی تھا اور اس خواب میں اُس موعود کی نلام کو بھی حضور کی دعا میں شامل کیا گیا۔ (ثالثاً) اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ تجھے (یعنی خاکسار کو) بھی خواب دیکھنے سے پہلے ایک دعا فتح اور غلبہ اسلام کیلئے سکھائی گئی تھی اور اس خواب میں حضور کیسا تھج اور انکی اقتدا میں وہ دعا تجھ سے بھی منگوائی گئی تھی۔ (رابع) اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ ۲۰ رفروری ۱۸۸۲ء کی الہامی پیشگوئی میں جس موعود کی غلام مسیح از ماں یا موعود مصلح کی بشارت بخشی گئی تھی اُسکی ایک علامت اُس کا ”زکی“ ہونا ہے۔ زکی کے لغوی معنی ”پاک اور نیک“ کے ہوتے ہیں اور اس طرح ”زکی“ بننے کی دعا بھی تجھے سکھائی اور تجھ سے منگوائی گئی تھی۔

تو پاک مجھ کو کر دے، اور نیک بھی بنادے اسلام کی محبت، دل میں میرے بھجادے

ربوہ کے آخری جلسہ سالانہ ۱۹۸۳ء کے موقع پر افتتاحی خطاب سے پہلے جو خلیف رابع کی ایک نظم ”مردحق کی دعا“ کے عنوان سے پڑھی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے مارچ یا اپریل ۱۹۸۴ء میں بتایا کہ اس نظم کے دوا شعار میں تیری خواب کے مضمون کا ذکر موجود ہے۔ خواب میں حضرت امام مہدی مسیح موعود اور خاکسار دونوں دعا کرتے ہیں اور خاکسار باقاعدہ ہاتھ اٹھا کر متذکرہ بالا دعا نامی اشعار پڑھتا ہے۔ میری خواب میں حضور کی دعا کی طرف اس شعر میں ذکر کیا گیا ہے کہ

یہ دعا ہی کا تھا مجرم کہ عصا، ساحروں کے مقابل بناؤ۔ آج بھی دیکھنا مردحق کی دعا، سحر کی ناگنوں کو نگل جائے گی

آج میرا دعویٰ ہے کہ جناب مرتاضا ہر احمد کے ذکر شعر میں ”مردحق کی دعا“ میں ہوں اور میں ہی سحر کی ناگنوں کو نگلنے والا ہوں۔ یہاں سحر کی ناگنوں سے مراد قدیم وجہ دید فلاسفہ کے علاوہ محمودی سحر کی ناگنیں یعنی محمودی نام نہاد علماء و فضلاء ہیں۔ اگر کسی احمدی کو اس میں شک ہو تو ان محمودی علماء کو میرے مقابل پر لائے۔ اور اپنی خواب میں خاکسار کے ہاتھ اٹھا کر کرنے کا ذکر اس آخری شعر میں موجود ہے۔

عصر یمار کا ہے مرض لا دوا، کوئی چارہ نہیں اب دعا کے سوا اے غلام مسیح از ماں ہاتھ اٹھا، موت آ بھی گئی ہو توٹل جائے گی

اگر میں نعوذ باللہ جھوٹا تھا تو پھر جماعت کا ایک خلیفہ میری خواب کے مضمون کو اپنی نظم کے اشعار میں کیوں اور کس طرح باندھ بیٹھا؟ یہاں کوئی سوال کر سکتا ہے کہ اگر کسی خلیفہ کی روئی نفسانی ہو سکتی ہے تو پھر آپ کی خواب کا کیا اعتبار؟ یہ بھی تو نفسانی ہو سکتی ہے؟ اس شمن میں میں جو ابا عرض کرتا ہوں کہ میری خواب کے نفسانی نہ ہونے کی درج ذیل وجوہات ہیں۔ (اولاً) یہ کہ خلیفہ ثانی کے برخلاف میں کسی پیر یا عالم یہاں تک کہ کسی صحابی تک کا بھی بیٹا نہیں ہوں۔ میں جس ماحول میں پیدا ہوا اور جس ماحول میں پرورش پائی اس ماحول میں تو کوئی انسان سوچ بھی نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی کسی الہامی پیشگوئی کے مطابق اپنی ”رحمت کا نشان“ بنانے والا ہے۔

(ثانیاً) خواب دیکھنے سے چند ماہ قبل مجھ غیر شاعر کے دل میں غائب سے ایک منظوم دعا ڈالی گئی۔ یہ دعا نیہا شاعر میں نہیں بنائے بلکہ بننے مجھے بخشنے گئے ہیں۔

ثلاثاً مذکورہ انتہائی مختصر خواب میں جب میں حضور کے ارشاد پر آپ کے ساتھ آپ کی دعا میں شامل ہونے کیلئے ہاتھ اٹھاتا ہوں تو اُس وقت میں اسی منظوم دعا کو پڑھتا ہوں۔ ایسا ہونا نفس کی بات نہیں ہو سکتی بلکہ یہ کوئی الہی تدبیر تھی۔ ایک دعا پہلے بخشی گئی اور پھر خواب کی حالت میں حضرت امام مهدی و مسح موعود کیستہ مانگوائی گئی۔

رابعاً خواب دیکھنے کے بعد خوشی تو ضرور ہوئی تھی لیکن اس خواب کی تعبیر سے اُس وقت تک بخبر راجب تک خود خدا تعالیٰ نے اس کی تعبیر نہیں بتائی۔ ایسا نہیں ہوا کہ آج خواب دیکھی اور اگلے دن اس خواب کی بیجاد پرموعود زکی غلام مسح الزماں یا موعود مصلح ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

خامساً خلیفہ الرابع صاحب نے میری اس خواب کے مضمون سے متعلق دو اشعار اپنی نظم میں باندھ لئے جو دمبر ۱۹۸۳ء کے جلسہ سالانہ کے افتتاحی روز ”مردحق کی دعا“ کے عنوان سے پڑھی گئی۔ کیا یہ سب اتفاقات تھے؟ اور کیا اتنے اور ایسے اتفاقات کسی نفسانی خواب کیستہ بھی ہو سکتے ہیں؟ خدا تعالیٰ جس انسان کو چاہے بن مانگے اُسکی جھوٹی بھروسے اور جس کو چاہے مانگے اور خواہش کرنے کے باوجود کچھ نہ دے۔ کسی نے کیا یقین کہا ہے۔ ”بن مانگے متوفی ملیں اور مانگے ملنے بھیک“۔

(خواب نمبر ۲) دوسرا خواب اس طرح تھی۔ موضع ڈار میں ہماری تھوڑی سی رسمی زمین ہے۔ زمین بالائی اور زیریں حصوں میں منقسم ہے۔ زمین کے بالائی حصہ پر میرے والد صاحب (مرحوم) کے زمانے میں ایک بچی حولی تھی جسکے نقوش میرے ذہن میں اچھی طرح یاد ہیں۔ روایا میں دیکھتا ہوں کہ میں اس حولی کے پاس کھڑا ہوں۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ کچھ فاصلے پر حضرت مسح موعود علیہ السلام ہماری زیریں زمین میں سے گزر رہے ہیں۔ حضور علیہ السلام کو دیکھتے ہی میں آپ کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔ حضور علیہ السلام کے ہاتھ مبارک کپڑ کر انکا بوسہ لیتا ہوں اور آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ ”حضور آپ ہمارے گھر آئیں اور ہمیں بھی اپنی خدمت کا شرف بخشیں“۔

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”مجھے آگے کام ہے میں واپسی پر آپ کے گھر آؤں گا“۔ آپ علیہ السلام آگے تشریف لے جاتے ہیں اور میں واپس حولی کی طرف آ جاتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور علیہ السلام ہمارے گھر تشریف لے آئے۔ آپ نے ہم سب گھروں کو اکٹھا کیا اور ہمیں نماز پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ پھر حضور علیہ السلام نے ازراہ شفقت فرمایا۔ ”غفار میرے ساتھ آؤ۔ آج کل ہماری زمین پر گئے کارس نکلتے ہیں تم بھی رس پینا“۔ میری خوشی کی انتہائی تھی۔ میں نے ایک بتن لیا اور گھروں سے کہا کہ میں حضور علیہ السلام کیستہ آپ کی زمین پر جارہا ہوں۔ وہاں پرس پیوں گا اور کچھ رس لے کر بھی آؤ۔ نگا۔ پھر حضور علیہ السلام کے پیچھے پیچھے چل پڑتا ہوں۔ کافی چلنے کے بعد میں حضور علیہ السلام کے ساتھ آپ کی زمین میں داخل ہو جاتا ہوں۔ زمین اتنی پیاری تھی کہ بیان کرنے کیلئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ روایا میں ہی خیال کرتا ہوں کہ ہماری زمین تو اتنی اچھی نہیں ہے۔ ہم بھی اپنی زمین فروخت کر کے حضور علیہ السلام کی زمین کیستہ ہی خرید لیں گے۔ خواہ تھوڑی ہی ملے۔ بیتیں پر ہوں کہ میری آنکھ کھل گئی۔

الہامی پیشگوئی کے متعلق خلیفہ ثانی کی توجیہات اور انکا ابطال!

خلیفہ ثانی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲ پر (الموعود بحوالہ انوار العلوم جلد اے اصنفیت ۵۲۹ تا ۵۳۲) ”آنوالے موعود کی باون علمات“ کے عنوان کے تحت باون علمات کا ذکر کیا ہے۔ اس سلسلہ میں میری عرض ہے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۲ء کی الہامی پیشگوئی میں (اولاً)۔ باون علمات موجود نہیں ہیں (ثانیاً)۔ اس پیشگوئی میں بیان فرمودہ اکثر باہمی موعود زکی غلام یا موعود مصلح کی علمات نہیں بلکہ اُسکی صفات ہیں۔ وجہ یہ کہ وہ بات جو کسی انسان میں مشاہدہ یا تجربہ نہ ہو سکتے ہوں اسکو علمات کا نام کس طرح دے سکتے ہیں؟ (ثالثاً)۔ اس مفصل الہامی پیشگوئی میں موعود زکی غلام مسح موعود زکی علامات ہیں اور یہی علامات اپنوں اور غیروں کے آگے اُسکی سچائی کا ثبوت ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

”وَهُنَّ ذِيْنَ وَنَفِيْمَ هُوْكَاً - اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔

فرزند بلند گرامی ارجمند۔ مَظَهَرُ الْأَوَّلِ وَالآخِرِ۔ مَظَهَرُ الْمُحْقَنِ وَالْعَلَاءِ كَانَ اللَّهُ نَرَأَى مِنَ السَّمَاوَاتِ“ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

الہامی پیشگوئی کی یہ چند مرکزی علامات یا صفات اللہ تعالیٰ نے خاکسار کے وجود میں کس طرح پوری فرمائی ہیں، اس کا ذکر بعد میں کرو گا لیکن سردست خلیفہ ثانی کی الہامی پیشگوئی کے متعلق دیگر توجیہات پر روشنی ڈالتا ہوں۔ وہ اپنی کتاب الموعود میں ”مصلح موعود کا علوم ظاہری سے پُر کیا جانا“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

”پہلی پیشگوئی یہ کی گئی تھی کہ وہ علوم ظاہری سے پُر کیا جائے گا۔ اس پیشگوئی کا یہ مفہوم ہے کہ وہ علوم ظاہری سیکھے گا نہیں بلکہ خدا کی طرف سے اُسے یہ علوم سکھائے جائیں گے۔ یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ یہاں نہیں کہا گیا کہ وہ علوم ظاہری میں خوب مہارت رکھتا ہو گا بلکہ الفاظ یہ ہیں کہ وہ علوم ظاہری سے پُر کیا جائے گا۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ کوئی اور طاقت اُسے یہ علوم ظاہری سکھائے گی۔ اُسکی اپنی کوشش اور محنت اور جدوجہد کا اس میں خل نہیں ہو گا۔ یہاں علوم ظاہری سے مراد حساب اور سائنس وغیرہ علوم نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہاں

”پر کیا جائے گا“ کے الفاظ ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُسے یہ علوم سکھائے جائیں گے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے سائنس اور حساب اور جغرافیہ وغیرہ علوم نہیں سکھائے جاتے بلکہ دین اور قرآن سکھلایا جاتا ہے پس پیشگوئی کے ان الفاظ کا کہ وہ علوم ظاہری سے پر کیا جائے گا یہ مفہوم ہے کہ اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم دینیہ اور قرآنیہ سکھلائے جائیں گے۔ اور خدا اُس کا معلم ہوگا۔ (انوار العلوم جلد ۱ صفحات ۵۳۲)

پھر اسکے بعد خلیفہ ثانی اپنی صحت کی کمزوری کا ذکر کر کے مزید فرماتے ہیں کہ انہیں قرآنی علوم کا اکشاف ہوا ہے اور اسکے بعد تفسیر القرآن کے متعلق دنیا کو چلنج دینے کی بات کرتے ہیں۔ اس ضمن میں میری چند گذار شات ہیں۔

(اولاً)۔ وہ شخص جو امام مہدی اور ایک نبی کے گھر میں پیدا ہوا۔ وہ جس نے آنکھ کھولتے ہی اپنے محترم والد صاحبؒ کے روحانی خزانہ پڑھنے شروع کر دیئے۔ پھر حضورؐ کے دیگر جید صحابہ شمول حضرت مولانا نور الدین صاحبؒ نے آپؑ کو قرآن کی تعلیم اور تفسیر پڑھائی۔ علاوہ اسکے حدیث اور دیگر مروجہ علوم بھی آپؑ نے صحابہؓ سے سیکھے۔ اس ماحول میں پیدا اور پروش پانیوالے کسی بھی انسان کا علم القرآن کسی بھی دوسرے عالم سے کیا کم ہوگا؟ وہ یہ سب علم تو اپنے ماحول میں سیکھ چکا تھا اور اس کا انہیوں نے اپنی تقریر میں اقرار بھی کیا ہے تو پھر ایسے انسان کی قرآنی تفسیر کے چیلنجوں کی کیا حیثیت ہوگی؟ ویسے بھی امت مسلمہ میں ایک سے بڑھ کر ایک مفسر ہو گزرے ہیں۔ اگر ایک انسان اپنے سے پہلے کی گئی سب قرآنی تفاسیر سے استفادہ کر کے اپنی زیر نگرانی صد ہا علامے دین کی معاونت سے ایک نامکمل تفسیر کبیر لکھ لیتا ہے تو اس میں اس کا اپنا کیا کمال ہے اور کیا یہ اُسکے ”علوم ظاہری سے پڑھنے کا“ ثبوت ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہاں کنوں کے مینڈ کوں کیلئے جنہیں صبح و شام یہ تعلیم دی جاتی ہو کہ اپنے دائرہ سے باہر کسی کتاب یا تفسیر کو ہاتھ نہیں لگانا، حرف آخر نہیں سمجھنا۔ انہیں محور کرنے کیلئے خلیفہ ثانی کا یہ حربہ واقعی کا رگر تھا۔

(ثانیاً)۔ آپکا یہ فرمانا کہ ”یہاں علوم ظاہری سے مراد حساب اور سائنس وغیرہ نہیں ہو سکتے“، یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ تمام سائنسی علوم ”علوم ظاہر“ کے دائرة میں ہی آتے ہیں۔ مثلاً قانون کشش ثقل کا تعلق علوم ظاہری ہی سے ہے اور نیوٹن پر اللہ تعالیٰ نے اس کا اکشاف سیب گرنے کے ایک معمولی واقعی کی بدولت کیا تھا۔ اسی قانون ثقل کی بدولت آج اس مایہ ناز سپوت کو عالم گیر شہرت حاصل ہے۔ کیا خلیفہ ثانی نے بھی علوم ظاہری میں کوئی ایسا کارنامہ سر انجام دیا ہے؟ اگر ہے تو دکھایا جائے۔ تم لوگ ایک ایسے انسان کے غلط دعویٰ مصلح موعود کو تحفظ دینے کیلئے جس کی خوبی صرف یہ تھی کہ وہ (امام مہدیؑ کا بیٹا تھا) پچھے نہیں حضرت امام مہدیؑ کی غلام میں پیدا ہو نیوالے کتنے نیوٹنوں کو کھا چکے ہو؟ ایک پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام ابھرا وہ بھی اسلئے کہ وہ اس مذہبی گروہ سے فاصلہ پر رہا اور نہ اس کا علمی ستارہ بھی گہن جاتا۔ یورپین اسحاق نیوٹن کیلئے یہ شکر کا مقام تھا کہ وہ آپؑ ایسے متعصب گروہ سے تعلق نہیں رکھتا تھا ورنہ اُسکی ذہانت کو بھی بیعت، اطاعت اور نظام جماعت کے نام پر چاٹ لیا جاتا اور آج ہم لوگ اس عظیم خادم علم سے واقف نہ ہوتے۔

آپ اپنی کتاب الموعود میں ”مصلح موعود کا علم باطنی سے پر کیا جانا“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

”دوسری خبر اس پیشگوئی میں یہ دی گئی تھی کہ وہ باطنی علوم سے پر کیا جائیگا۔ باطنی علوم سے مراد وہ علوم مخصوصہ ہیں جو خدا تعالیٰ سے خاص ہیں جیسے علم غیب ہے جسے وہ اپنے بندوں پر ظاہر کرتا ہے۔ جن کو وہ دنیا میں کوئی خاص خدمت سپرد کرتا ہے۔ تاکہ خدا تعالیٰ سے اُن کا تعلق ظاہر ہو اور وہ اُنکے ذریعہ سے لوگوں کے ایمان تازہ کر سکیں سو اس حق میں بھی اللہ تعالیٰ نے مجھ پر خاص عنایت فرمائی ہے۔ اوس بینکڑوں خواہیں اور الہام مجھے ہوئے ہیں جو علوم غیب پر مشتمل ہیں۔“ (انوار العلوم جلد ۱ صفحات ۵۳۲)

اسکے بعد آپ اپنے کچھ الہامات اور خوابوں کا ذکر کرتے ہیں۔ اور اس سے آپکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کو بتا سکیں کہ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے ”علوم باطنی“ میں پر کیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو خواہیں دکھاتا ہے اور بعض کو الہام بھی ہو جاتے ہیں۔ لیکن الہامی پیشگوئی میں مصلح موعود کی جو یہ علامت بیان فرمائی گئی ہے اس کا مطلب کچھ اور ہے۔ سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سورہ حدید کی آیت ۲ میں فرماتا ہے:-

”هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّهْرُ وَالبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ“۔ ترجمہ۔ وہ اول بھی ہے اور آخر بھی اور ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے چار صفاتی ناموں کا ذکر فرمایا ہے، اول، آخر، ظاہر اور باطن کا۔ علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا سے یہی مراد تھی کہ اس موعود کی غلام کو اللہ تعالیٰ اپنے ان صفاتی ناموں ”ظاہر“ اور ”باطن“ کا علم بدرجہ اتم عطا فرمائے گا اور یہ علم کیا ہے؟ یہ علم حقائق الاشیاء اور اس نور کا علم ہے جو محیط کل ہے۔

جبیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ خاکسار جس ماحول میں پیدا ہوا اور جس ماحول میں پروش پائی اس ماحول میں میری دینی تعلیم و تربیت نہیں ہو سکتی تھی۔ حتیٰ کہ میں کسی اُستاد سے قرآن کریم ناظرہ بھی نہ پڑھ سکا۔ یہ تو میرے دینی علم کا پس مظہر ہے۔ تنگ دستیوں کے باوجود میں نے دنیوی تعلیم جاری رکھی اور اس طرح کچھ لکھنا پڑھنا سیکھ گیا۔ حصول علم کے متعلق جو دعا کیں مجرم صادق میں اسے عظیم غلام حضرت مرزاغلام احمدؐ پر الہام ہو سکیں تھیں، میں یہ دعا کیں پہلے درج کر چکا ہوں۔ یہ دعا کیں میرے لئے ”علوم ظاہری و باطنی سے پر کیے جانے“ کا باعث بنیں۔ ان الہامی دعاوں تک میری رسائی یا ان الہامی دعاوں کا میرے تک پہنچنا کوئی اتفاقی امر نہیں تھا بلکہ یہ بھی کوئی الہی تدبیر تھی۔ ایم اے

کے امتحان کے بعد میں نے سفرتی نظریہ علم ”نیکی علم ہے“ پر غور و فکر شروع کیا۔ اس نظریہ سے ظاہری طور پر یوپہ لگتا تھا کہ ”نیکی“ اور ”علم“ دونوں ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں لیکن اب سوال تھا کہ ”نیکی“ کیا ہے؟ یا ”علم“ کیا ہے؟ اس سوال کو عقل کیستا تھا سمجھنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن تھا اور میری بھی سادگی یا علمی دیکھنے کے میں اس علمی پیشہ کو بذریعہ عقل سمجھانے میٹھے گیا جس کے سمجھنے سے انسانی عقل ہزاروں سال سے قاصر تھی۔ دو ہفتوں کے مسلسل غور و فکر کے بعد میں نے محسوس کیا کہ اس علمی نظریہ کو سمجھنا میرے لئے ناممکن ہے۔ تب وسط سب سے ۱۹۸۳ء بروز جمعۃ المبارک ایک مبارک لمحہ میری زندگی میں آیا۔ مجھے ایک مبارک سجدہ نصیب ہو گیا۔ اور اس سجدہ میں میں نے متذکرہ بالا الہامی دعاوں کو پڑھنا شروع کر دیا۔ چند منٹ کے بعد ہی مجھے سجدے میں لیقین ہو گیا کہ میرے رب نے میری دعاوں کو قبول فرمایا ہے۔ ان دعاوں کی قبولیت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے حقائق الاشیاء اور اُس نور کا علم بخشنا جو کہ محیط کل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعد ازاں مجھے بتا دیا کہ زکی غلام مسیح الزماں یا موعود مصلح کی الہامی پیشگوئی میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ وہ ”علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا“، اس سے ”حقائق الاشیاء“ اور اُس ”محیط کل نور“ کا علم ہی مراد تھا۔ اور یہ انہی مذکورہ بالا دعاوں کی قبولیت کے نتیجے میں ملتا تھا۔ یہ محض خالی دعویٰ نہیں ہے بلکہ شخص میری کتاب ”غلام مسیح الزماں“ کے حصہ دوم ”الہامی پیشگوئی کی حقیقت“ میں اس علوم ظاہری و باطنی کا مشاہدہ کر سکتا ہے جو ایک جامع الہامی نظریہ پر مشتمل ہے۔

الموعود میں (انوار العلوم جلد ۷، صفحات ۵۸۱ تا ۵۸۷) پر خلیفہ ثانی ”مصلح موعود کی زمین“ کے کتابوں تک شہرت اور اسلام کی اکناف عالم میں اشاعت“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

تیسری پیشگوئی یہ کی گئی تھی کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور اسلام کی تبلیغ اُسکے ذریعہ سے مختلف ملکوں میں ہوگی۔ یہ پیشگوئی بھی ایسے رنگ میں پوری ہوئی ہے کہ دشمن سے دشمن بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ ”پھر لکھتے ہیں کہ جب میں خلیفہ بناتو خزانہ خالی تھا اور اب جماعت کی ماںی حالتِ محکم ہے۔ اُسکے بعد ۳۲ ممالک کا ذکر کرتے ہیں جن میں تبلیغ اسلام اور احمدیت پھیلائی گئی۔ اور اسکی مثال آپ اس طرح دیتے ہیں کہ مثلاً سوڑاں میں اور ایسے سینیا میں ایک ایک دودو احمدی پیدا ہو گئے ہیں اور اس طرح آپ کی نظر میں یہ مالک فتح ہو گئے۔ بعد ازاں بائیں کے قریب تجوہ ادا مولویوں کی تقاریر کروائی گئیں یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ دنیا کے کناروں تک اسلام اور احمدیت کا نام پہنچادیا۔ میں احباب جماعت کو کہتا ہوں کہ یہ سب بچگانہ باتیں اور طفل تسلیاں تھیں جو مصلح موعود کی الہامی پیشگوئی کو جھوٹے طور پر اپنے وجود میں پورے کرنے کیلئے کی گئیں۔ خلیفہ ثانی جب ۱۹۱۲ء میں اقتدار کی کرسی پر برآ جمان ہوئے تو اس وقت امام مہدی اور خلیفہ مسیح اولؑ کی قائم کردہ لاکھوں مریدوں کی جماعت آپ کو ورش میں ملی تھی۔ سینکڑوں مولوی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے اس جماعت اور ان مولویوں کی مدد سے ۵۲ سال اس الہامی پیشگوئی کو اپنے وجود میں پورا کرنے کی سرتوڑ کو ششیں کیے۔ لیکن دنیا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی مصلح موعود آپ کے وجود میں پوری نہ ہو سکی اور پوری بھی کس طرح ہو سکتی تھی کیونکہ آپ تو اس پیشگوئی کے مصدق ہونے کے دائرہ بشارت ہی میں نہیں آتے۔ آپ کی وفات پر آپ کے قائم کردہ نظام اور آپ کی عین خواہش کے مطابق (جس کا آپ اپنی زندگی میں بارہا اظہار بھی کر کے تھے) آپ کا بیٹا تیرا خلیفہ بننا۔ اس نے بھی اپنے سترہ سالہ دور اقتدار میں اپنے باپ کو مصلح موعود ثابت کرنے کی کوششیں کیں۔ خلیفہ ثالث کی وفات کے بعد پھر آپ ہی کا دوسرا بیٹا مرزا غلام احمد خلیفہ رائج بننا۔ جب وہ خلیفہ بناتو پاکستان میں ایک فوجی ڈکٹیٹر کی حکومت تھی اور وہ حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کو کچلنا چاہتا تھا۔ اس وقت جماعت احمدیہ کے انتظامی سربراہ کیلئے پاکستان میں رہنا مشکل ہو گیا۔ اگر حضورؑ کا موعود زکی غلام یعنی مصلح موعود دنیا میں آگیا ہوتا تو یقیناً اس وقت یعنی ۱۹۸۲ء میں اُس وقت کا خلیفہ زکی غلام یعنی مصلح موعود (اور تو میں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا) کی مریدوں اور مرید بادشاہوں کی طرف بھرت کرتا نہ کہ سلطنت برطانیہ کے زیر سایہ پناہ ڈھونڈتا۔ ایک دیانتدار اور صاحب شعور احمدی کیلئے خلیفہ ثانی کے دعویٰ مصلح موعود کا جھوٹ ثابت کرنے کیلئے ایک بھی دلیل کافی ہے۔

میں جماعت احمد یہ ربوہ ثم اندن کے کرتا درہ تا حضرات سے عرض کروں گا کہ آپ نے اپنے خود ساختہ مصلح موعود کے غلط دعویٰ کو سچا ثابت کرنے کیلئے حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی کو بھی داندرا کر دیا ہے؟ لیکن بھرپور بھی خلیفہ ثانی مصلح موعود ثابت نہ ہو سکے۔ کیا بلی شیر ثابت ہو سکتی ہے؟ آپ سب ہوش کے ناخن لو اور اس دروغ گوئی کو چھوڑ دو۔ افراد جماعت کی تعداد کے بارے میں آپ نے اس قدر جھوٹ بولے کہ اب تو آپ کروڑی جماعت کے نام سے مشہور ہو چکے ہیں۔ لیکن حالت یہ ہے کہ انگلستان میں جماعت کا قیام حضرت خلیفہ اولؓ کے زمانے میں عمل میں آچکا تھا۔ اس نوے یا پچانوے سال کے عرصہ کی آپ کی تبلیغ اور آپ کے خود ساختہ مصلح موعود کی انتہائی کوششوں کے باوجود کیا آپ دنیا کو برطانیہ میں ۲۰۰ ملک ایکریز احمدی دکھاسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ دوسری مثال میں جرمی کی لیتا ہوں جس کا خاکسار بھی شہری ہوں۔ اس ملک میں قریباً ۱۹۲۷ء کی دہائی میں جماعت کا قیام عمل میں آپ کا تھا۔ اس پیسٹھ سال کے عرصہ میں آپ کی تبلیغ اور آپ کے خود ساختہ مصلح موعود کی کوششوں کے نتیجے میں کیا آپ دنیا کو جرمی میں مغلص ۲۰۰ جرمی احمدی دکھاسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ جرمی اور برطانیہ یورپ کا اقتصادی اور سیاسی مرکز ہیں باقی یورپ کا اندازہ آپ خود کر لیں۔ جھوٹ کا نتیجہ ہمیشہ شرمندگی ہوا کرتا ہے سو یہ نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ زمین کے کناروں تک وہ شہر پاتا ہے جو یا تو کسی عظیم مذہب کا بابی ہو مثلاً حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ۔ حضرت مہاتما بده، حضرت عیسیٰ۔ حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت مرزاغلام احمدؒ جو

تجدد اسلام کیلئے ہی مبouth ہوئے تھے۔ یا پھر وہ شخص دنیا کے کناروں تک شہرت پاتا ہے جس نے علم کی دنیا میں کوئی عظیم دریافت کی ہو یا کم از کم تجدید علم ہی کیا ہو۔ مثلاً۔ سفراط، افلاطون، ارسطو، ابن سینا، ابن رشد یا نیوٹن اور آئن سائنس وغیرہ۔ میرا حباب جماعت سے سوال ہے (گستاخی معاف) کہ خلیفہ ثانی نے اپنی زندگی میں اپنے ماحول میں تو کافی کارنامے سرانجام دیئے تھے لیکن وہ کونا علمی کارنامہ تھا جو آپ کی زمین کے کناروں تک شہرت کی وجہ بنا۔ ہاں آپ نے بھٹکی طرح یہ کارنامہ ضرور سرانجام دیا تھا کہ اقتدار کی خاطر حضرت مسیح موعودؑ کی پیاری جماعت کو دوخت کر دیا۔ امر واقع یہ ہے کہ آج کے دن تک توبائے جماعت جو نبی اللہ تھے کا نام بھی زمین کے کناروں تک نہیں پہنچ سکا چ جائیکہ خلیفہ ثانی کا پہنچ گیا ہو۔ ہاں خلیفہ ثانی کو افراد جماعت ضرور جانتے ہیں جن کے سامنے وہ اپنی مصلح موعودی کا لوہا منواتے رہے۔ لیکن جماعت سے باہر اسے کوئی نہیں جانتا۔ میں لوگوں کو بتاتا ہوں کہ حضرت امام مہدیؑ کا نام زمین کے کناروں تک ضرور پہنچ گا اور مقتدر بادشاہ بھی ضرور آپ کے کپڑوں سے برکت حاصل کریں گے۔ تب جب آپؑ کا روحاں فرزند دنیا میں ظاہر ہوگا۔ اور میں آپ کو لیکن دلاتا ہوں کہ اب یہ وقت آن پہنچا ہے۔ وہ علمی انقلاب جس کی بدولت دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہونا ہے اسکے نقش خاکسار کے جامع الہی نظریہ میں آپ کوں سکتے ہیں۔ اور میری کتاب کا حصہ دوم اسی نظریہ پر مشتمل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی کو بھی میرے ذریعہ سے پورا کیا۔

اس ضمن میں آپ لکھتے ہیں کہ میں نے برا عظیم افریقہ میں وحشی قوموں کو رستگاری بخشی۔ اور میں عرض کرتا ہوں کہ یہ ان قوموں کی رستگاری اس طرح آپؑ نے کی کہ اگر کسی افریقی ملک میں دوچار افریقی بیچارے بوجوہ یا بھوک مٹانے کیلئے احمدی ہو گئے تو وہ پورا ملک رستگاری پا گیا۔ اسی طرح انہوں نے دوسری قوموں کو رستگاری یاں دلائیں۔ خلیفہ ثانی کی وفات کو چالیس سال گزر گئے ہیں کیا محمودیت کے کرتا دھرتا آج بھی کوئی ایک افریقی قوم دکھانے ہے جس نے خلیفہ ثانی کی بدولت رستگاری پا ہو؟ بعد ازاں آپؑ نے اپنی کتاب میں کشمیریوں کی آزادی کے سلسلہ میں کافی تفصیلی گفتگو کی ہے۔ میں مختصرًا کہوں گا کہ تقسیم ہند سے پہلے خلیفہ ثانی نے اُس مال سے جو غریب احمدیوں نے خون پسینے کی کمائی سے اور بعض غرباء نے تو انہیں نقش پہنچ کر دیتا تھا اور تنخواہ دار ملویوں کی مدد سے کشمیری قوم کو آزاد کرو کر پیشگوئی مصلح موعود کو اپنے وجود میں پورا کرنے کی سرتوڑ کوشش کی تھی۔ لیکن کیا وہ کشمیری قوم کو آزاد کروانے میں کامیاب ہو گئے؟ تین چوتھائی کشمیری تو آج بھی ہندوؤں کے غلام ہیں اور باقی رہائی کشمیر تو یہ حصہ پاکستانی فوج نے بڑی سخت جنگ کے بعد آزاد کروایا۔ اور اگر کشمیری قوم پر خلیفہ ثانی کی رستگاری کا کوئی احسان ہوتا تو اُنکی آزاد کشمیر اسمبلی تاریخ پاکستان میں سب سے پہلے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیتی۔

یہ الہامی پیشگوئی چونکہ افراد جماعت کیلئے بطور خاص ہے اور اس میں مذکور اسیروں سے اڈل طور پر وہ اسیروں ایسی جماعت میں بننے یا ہونے والے تھے۔ خلیفہ ثانی ”اسیروں کو رستگاری“ دینے والے کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ انہوں نے تو ان معمصہ احمدیوں کو جو حضور پر ایمان لا کر شجر احمدیت کی تقویت کا موجب بننے تھے اُنکی نسلوں کو اسیروں بنا لیا۔ یہ اسی کس طرح اور کیوں بنائے گئے؟ اسلئے کہ چونکہ خلیفہ ثانی الہامی پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق نہیں تھے لیکن آپؑ نے ہر صورت میں اس پیشگوئی کا مصدقہ بنانا چاہا۔ اور اگر آپؑ یہ کام نہ کرتے تو اس پیشگوئی کی موجودگی میں آپ کی ہزار سالہ مذہبی اقتدار کی خواہش پوری نہیں ہو سکتی تھی۔ ”ذرہ بے باس نہ بجے بانسری“ کے محاورہ کے مطابق انہوں نے ایک غلط دعویٰ کر کے اس الہامی پیشگوئی پر ہی قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں اس غلط دعویٰ کو قائم رکھنے کیلئے اسلامی تعلیم کے بخلاف ایک غیر انسانی اور غیر فطری نظام بنا کر حضورؐ کی روحاں ذریت کو آزادی کشمیر کے پیدائشی حق سے محروم کر دیا۔ اب طرفہ تماشیہ ہوا کہ اسیروں کی رستگاری کے مدعا بھی بن بیٹھے۔ میں افراد جماعت سے پوچھتا ہوں کہ کیا میں نے یہ سچ نہیں کہا؟ اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ میں یہ سچ نہیں کہہ رہا تو ذرا کسی عہدے دار سے پوچھ کر تو دکھاؤ کہ خلیفہ ثانی کے دعویٰ مصلح موعود کا الہامی ثبوت کیا ہے؟ اور پھر آپ کو پہتہ چل جائے گا کہ آپ آزاد ہیں یا اسی۔ لیکن ماہی کی ضرورت نہیں کیونکہ اگر کچھ لوگ آپ کی اسیروی کی وجہ بننے ہیں تو عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ پیشگوئی کے مطابق اس ”قبضہ گروپ“ سے رستگاری کا موجب بننے والا بھی آیا کھڑا ہے۔ اور ہم سب ایک روز اس اسیروی سے ضرور بنجات پائیں گے۔ اور وہ مبارک دین اور وقت آن پہنچا ہے۔

الم Gould میں (انوار العلوم جلد ۱ صفحات ۵۹۵ تا ۵۹۷) پر ”[جلال الہی کاظم](#)“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔ ”پانچویں خبر یہ ہے کہ اُس کا نزول جلال الہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔“

اس سلسلہ میں آپ لکھتے ہیں کہ میرے خلیفہ بننے کے بعد پہلی جنگ ہوئی اور اب دوسری شروع ہے اور اس طرح جلال الہی کا ظہور دنیا میں ہو رہا ہے۔ پھر آپ پیر منظور احمد کا پیشگوئی مصلح موعود کے سلسلے میں چھوڑے ہوئے اولین شو شے کو اپنی سچائی کے حق میں پیش کرتے ہیں۔ یہ سب آپ کے ڈھکو سلے تھے جو آپ نے لگائے۔ جہاں تک جنگوں کا تعلق ہے یہ تو ہمیشہ دنیا میں ہوتی رہتی ہیں۔ ان کا پیشگوئی میں مذکور جلال الہی سے کیا تعلق؟ امر واقع یہ ہے کہ اس پیشگوئی کے واسطے خلیفہ ثانی نے جو دھوکہ دیکر اس کا مصدقہ بننے

کی کوشش کی تھی اور یہ کو شش اللہ تعالیٰ نے ناکام کر دی ہے۔ اور اب اس پیشگوئی کے حقیقی مصدقہ کا نازل ہونا ہی ان مجرموں کیلئے جلال الہی کا ظہور ہے۔ اور اگر کسی احمدی کو شک ہو تو اب ان سے پوچھ کر دیکھ لے۔

الموعود میں (انوار العلوم جلد ۱) صفحات ۵۹۵ تا ۵۹۸ پر آپ ”**مخالفین کی ارادہ قتل میں ناکای**“ کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔ ”چھٹی خبر یہ دی گئی تھی کہ خدا کا سایہ اُسکے سر پر ہو گا۔“ آپ لکھتے ہیں کہ مجھ پر قاتلانہ حملے ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت فرمائی اور اس طرح خدا کا سایہ میرے سر پر رہا۔ پھر قاتلانہ حملوں کی تفصیل درج کی ہے۔ حالانکہ یہ سب تک بندیاں تھیں جو آپ نے لگا کر اس علامت کو اپنے اوپر چھپا کرنے کی کوشش کی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ”ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے“ کا مطلب یہ ہے کہ وہ موعود زکی غلام یا موعود مصلح صاحب الہام ہو گا اور خدا تعالیٰ سے علم لدنی پائے گا۔ ”اور خدا کا سایہ اُسکے سر پر ہو گا۔“ کا مطلب یہ تھا کہ وہ تولد کے فوراً بعد یتیم ہو کر خدا کے سایہ کے نیچے پروش کرے گا۔ جس طرح آنحضرت ﷺ پیدائش سے پہلے ہی یتیم ہو گئے اور بچپن میں ہی والدہ محترمہ بھی وفات پائی تھی۔ آپ بظاہر اپنے محترم پچھا کی کفالات میں رہے لیکن درحقیقت آپ ﷺ نے بچپن ہی سے ”خدا کے زیر سایہ“ پروش پائی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورہ ضمی کی آیت ۷ میں فرماتا ہے۔ **أَلَّمْ يَجِدُكَ يَتِيماً فَإِنَّهُ** کیا اُس (یعنی اللہ تعالیٰ) نے تجھے یتیم پا کر (اپنے زیر سایہ) پناہ نہیں دی؟

جہاں تک خلیفہ ثانی کے حالات کا تعلق ہے وہ تو اپنے والد محتشمؑ کی زندگی میں ہی احباب جماعت احمدیہ کی آنکھ کا تارا بنے ہوئے تھے۔ پھر حضورؑ کی وفات کے بعد حضرت خلیفہ اولؑ کی خلافت میں آپ اُنکے مشیر خاص رہے بلکہ عملًا جماعت کے کرتادھرتا آپ ہی تھے۔ پھر ۱۹۱۳ء میں بذات خود جماعت احمدیہ کے سربراہ بنے۔ بظاہر آپ کی زندگی میں کوئی بھی وقت ایسا نہیں آیا جب آپ اتنے تھا اور بیکس ہو گئے ہوں جہاں یہ الفاظ ”اور خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہو گا۔“ اپنے معروف معنی میں آپ پر صادق آئکے ہوں۔ جہاں تک میرے حالات زندگی کا تعلق ہے تو میری زندگی کا ہر لمحہ اسکی تصدیق کر رہا ہے کہ میری زندگی شیرخوارگی سے لے کر آج تک **أَلَّمْ يَجِدُكَ يَتِيماً فَإِنَّهُ** کے مطابق اللہ تعالیٰ کے زیر سایہ گزری ہے۔ میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ میرے آقا حضرت امام مہدیؑ نے اپنے درج ذیل اشعار میں شاید خاکسار کے حالات زندگی کی ہی تصویر کشی کی تھی۔

اِبتداء سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے گود میں تیری رہا میں مثل طفل شیر خوار
لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قول میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار
کام جو کرتے ہیں تیری راہ میں پاتے ہیں جزا مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف و کرم ہے بار بار

حضورؑ کا موعود یوسف!

الموعود میں (انوار العلوم جلد ۱) صفحات ۵۹۸ تا ۵۹۹ پر آپ ”**یوسف ثانی کی خبر**“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔ ”ساتویں اس کا نام یوسف رکھا گیا تھا۔ اور یوسف کا واقعہ بھی بھی ہے کہ اُسکے بڑے بھائیوں نے اُسے گم کر دیا۔ اور پھر باپ کو کہنے لگے کہ اب وہ نہیں ملتا۔ تم اُسکی یاد میں مر جاؤ گے لیکن اُس نے نہ پاؤ گے۔“

اسکے بعد آپ حضرت امام مہدیؑ و مسیح موعودؑ کے اس موعود یوسف کی پیشگوئی کو اپنے اوپر چھپا کرتے ہیں جو کسی صورت میں بھی آپ پر چھپا نہیں ہوتی۔ حضورؑ اپنے موعود یوسف کے متعلق فرماتے ہیں۔

باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعناء کھلا آئی ہے باد صبا گلزار سے مستانہ وار
آرہی ہے اب تو خوبیوں میرے یوسف کی مجھے گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اسکا انتظار
سورہ یوسف سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت یوسفؑ اپنے باپ حضرت یعقوبؑ کا روحانی وارث تھا۔ وہ صدیق نبی اور انتہائی حلیم اور اپنے بھائیوں سے محبت کرنیوالا تھا۔ لیکن بڑے حاسد بھائیوں نے اُس پر ظلم کیا۔ اُسے کوئی میں گرا کر اپنے باپ کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنا چاہی۔ لیکن حضرت یعقوبؑ ہمیشہ یوسف کا ذکر کرتے اور اُسے یاد کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یوسفؑ کو کوئی قید خانہ اور دوسرے مصائب سے نکال کر ایک بلند اور معزز عہدہ پر فائز کر دیا۔ بالآخر حضرت یوسفؑ نہ صرف اپنے باپ کو ملتے ہیں بلکہ وہ اپنے ظالم بھائیوں کو بھی معاف کر دیتے ہیں۔ خلیفہ ثانی کے پیشگوئی مصلح موعود پر ناجائز قبضہ کرنے سے حضرت یوسفؑ کے واقعہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ حضرت یوسفؑ کیسا تھا بھی اُسکے بھائیوں نے اُسے کوئی میں گرا کر یہی سلوک کیا تھا جو خلیفہ ثانی نے مصلح موعود کا غلط دعویٰ کر کے اپنے روحانی بھائی یعنی مثیل مبارک احمد کیسا تھا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ سب کچھ تھا اور اُس نے حضورؑ کو تسلیاں دیں کہ تیرا یوسفؑ یعنی تیرا روحانی فرزند اور مثیل مبارک احمد تجھے ضرور ملے گا۔ ایک دوسری جگہ خلیفہ ثانی فرماتے ہیں۔

”حضرت مسیح موعود نے مجھے یوسف قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں، مجھے یہ نام دینے کی کیا ضرورت تھی، یہی کہ پہلے یوسف کی جوہنک کی گئی ہے، اُس کا میرے ذریعہ ازالہ کر دیا جائے۔ پس وہ تو ایسا یوسف تھا، جسے بھائیوں نے گھر سے نکالا تھا مگر اس یوسف نے اپنے شمن بھائیوں کو گھر سے نکال دیا۔ پس میرا مقابلہ آسان نہیں۔“ (عرفان الہی صفحہ ۹۷)

حضرت امام مہدی و مسیح موعودؑ کی بشارت اللہ تعالیٰ نے دی تھی وہ تو ”زکی غلام“ تھے۔ جیسا کہ میں نے مضمون کے شروع میں کہا ہے کہ حضورؑ پر ”زکی غلام“ کو اپنی صلبی اولاد میں ضرور ڈھونڈتے رہے لیکن صاحبزادہ مبارک احمدؑ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپکے زکی غلام یعنی یوسف کی پیشگوئی کو آپکی روحانی اولاد کی طرف منتقل کر دیا۔ اور اس طرح آپ بعد ازاں خاموش ہو گئے۔ اولاً خلیفہ ثانی تو اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے اور جماعت کے سربراہ ہوتے ہوئے انہیں کنوں میں کس نے گرانا تھا۔

ثانیاً۔ آپ نے جو یوسفؑ سے اپنی ممالکت کی دلیل دی ہے کیا یہ انتہائی مصلحت کی خیز نہیں؟ کیا یہ یوسفؑ سے ممالکت کی عجیب منطق نہیں؟ اور خلیفہ بننے کے بعد آپ اسی منطق کے سہارے مصلح موعود بنے اور یہ منطق تھی ”جس کی لامبی اسکی بھیں۔“ ایک شخص کو اسکے ساتھ جہانی بوجہ حسد کنوں میں گرا رہے ہیں کہ وہ (یوسفؑ) مورد کرم بے حساب کیوں ہوا۔ اور ایک شخص ”پیشگوئی مصلح موعود“ پر زبردست قبضہ جمانے کیلئے پوری جماعت کو کنوں میں گرا رہا ہے اور ساتھ ہی دعویٰ کر رہا ہے اپنے یوسف ثانی ہونے کا۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

خلیفہ ثانی اور مولوی محمد علی صاحب کے سوال و جواب!

الموعود کے آخر میں خلیفہ ثانی نے مولوی محمد علی صاحب کے چند اعتراضات کا ذکر کر کے اُنکے جوابات تحریر کئے ہیں۔ میں انھصار کیسا تھا ان اعتراضات کا تجزیہ اور ان پر اپنا تبصرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ الموعود میں (انوار العلوم جلد ۱) صفحات ۵۹۹-۶۰۰ پر آپ ”مولوی محمد علی کا پہلا اعتراض“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

”مولوی محمد علی صاحب نے اس پیشگوئی کے متعلق لکھا ہے کہ موعود تین سو سال کے بعد آئے گا۔ اس کا جواب میں دے چکا ہوں۔ دوسرے انہوں نے کئی مخالف دلائل اس اصل پر دیے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات سے سند یا تو غلط ہے یا مستند نہیں۔ میں اس بحث میں پڑتا ہیں نہیں کہ وہ سند درست ہے یا نہیں۔ کیونکہ میں تو صرف الہامات اور اسکے مغہبوم کو لیتا ہوں۔ باقی انہوں نے جو یہ لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس پیشگوئی کو مبارک احمد پر چسپاں کیا اور وہ اجتہاد غلط نکلا۔ میں اس بارہ میں مولوی صاحب کی بات کو تسلیم کر لیتا ہوں کہ چلو وہ پیشگوئی آپ نے مبارک احمد پر لکائی اور آپ کا اجتہاد غلط نکلا کیونکہ میری تشریح کا سب دارو مدار تو اللہ تعالیٰ کی وحی پر ہے نہ کہ مامور کے اجتہاد پر۔“

(اولاً)۔ مصلح موعود نے حضورؑ کے فوری بعد ظاہر ہونا تھا یا کہ تین سو سال کے بعد۔ میں اسکے متعلق پہلے ثابت کر آیا ہوں کہ یہ مصلح موعود نے حضورؑ کا جسمانی بیٹھا تھا اور نہ اُس نے آپ کے فوری بعد ظاہر ہونا تھا اور نہ ہی اُس نے آپ کے تین سو سال کے بعد ظاہر ہونا تھا۔ بلکہ اس ”موعودؑ کی غلام یعنی مصلح موعود“ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس فرمان کے مطابق حضورؑ کے بعد چودھویں صدی کے اختتام پر یا پندرہویں صدی کے سر پر ظاہر ہونا تھا۔

(ثانیاً)۔ یہ درست ہے کہ حضورؑ نے ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں مذکور ”زکی غلام“ کی بشارت کو واضح رنگ میں صاحبزادہ مبارک احمد پر لگایا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے صاحبزادہ مبارک احمد کو وفات دے کر اس موعود مصلح کی الہامی پیشگوئی کو آپکی ذریت یعنی روحانی اولاد یا جماعت احمدیہ کی طرف منتقل کر دیا تھا۔

(ثالث)۔ خلیفہ ثانی لکھتے ہیں ”کیونکہ میری تشریحات کا سب دارو مدار تو اللہ تعالیٰ کی وحی پر ہے نہ کہ مامور کے اجتہاد پر۔“ اس ضمن میں عرض ہے کہ خلیفہ ثانی کی یہ بات بھی قطعی طور پر غلط ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ چونکہ حضورؑ نے ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں اجتہادی طور پر اپنے اس موعودؑ کی غلام کیسا تھا بریکٹ میں (ٹڑکا) لکھا تھا۔ اور آپ اپنے بیٹھے صاحبزادہ مبارک احمدؑ کی وفات تک اس موعودؑ کی غلام کو اپنا جسمانی بیٹھا ہی سمجھتے رہے۔ صاحبزادہ مبارک احمدؑ کی وفات کے بعد آپ خاموش ہو گئے۔ خلیفہ ثانی کی ساری تشریحات اور آپکے دعویٰ مصلح موعود کی بیانات کی وجہ سے اس موعودؑ کی غلام کیا اور اس موعودؑ کے الہامات پر رکھتے تو کبھی بھی دعویٰ مصلح موعود نہ کرتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کے الہامات میں اس موعود مصلح کی بشارت کو آپکی جسمانی اولاد سے نکال کر آپکی روحانی اولاد کی طرف منتقل کر دیا تھا۔

الموعود میں (انوار العلوم جلد ۱) صفحات ۶۰۲-۶۰۳ پر آپ ”دوسرा اعتراض“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

”مولوی صاحب نے تین کو چار کرنے والے الہام پر بہت زور دیا ہے اور میرے متعلق لکھا ہے کہ یہ علامت اُن پر کسی طرح بھی چسپاں نہیں ہو سکتی۔“

میری گزارش ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنی کتاب نزول امسیح میں فرماتے ہیں۔ ”۱۸۸۳ء میں مجھ کو الہام ہوا کہ تین کو چار کرنیو والا مبارک۔ اور وہ الہام قبل ازوقت بذریعہ اشتہار شائع کیا تھا اور اسکی نسبت تفہیم تھی کہ اللہ تعالیٰ اس دوسری بیوی سے چارڑی کے مجھے دیا اور چوتھے کا نام مبارک ہو گا اور اس الہام کے وقت مجملہ ان چاروں کے ایک لڑکا بھی اس نکاح سے موجود نہ تھا اور اب چاروں لڑکے لفظیہ تعالیٰ موجود ہیں۔“ (نزول امسیح۔ روحانی خداوں جلد ۱۸ صفحہ ۵۷۴)

پھر آپ پر ۲۰ ربیوں ۱۸۸۷ء کی پیشگوئی الہام ہوئی تو آپ نے اس میں ”اور وہ تین کو چار کرنیوالا ہو گا۔“ کے آگے بریکٹ میں لکھ دیا (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آتے)۔ بعد ازاں جب ۱۳ اگر جون ۱۸۹۹ء کو صاحبزادہ مبارک احمد کی ولادت ہوئی تو حضور نے اس الہامی پیشگوئی کو واضح رنگ میں آپ پر لگادیا اور اس کا حوالہ میں قبل از یہ روحانی خزانہ جلد ۱۵ صفحہ ۲۲۱ سے دے چکا ہوں۔ یہ بات درست ہے کہ حضور کے اجتہاد کے مطابق تین کو چار کرنیوالا صاحبزادہ مبارک احمد ہی تھا اور آپ کو ہی اللہ تعالیٰ نے اول طور پر پیشگوئی مصلح کو موعود کا مصدقہ بنایا تھا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے مبارک احمد کو وفات دیکر اور اسکے مشیل کی بشارت دے کر ”تین کو چار کرنیوالے“، موعود زکی غلام سخ ازماں یا موعود مصلح کی پیشگوئی کو آپ کی روحانی اولاد کی طرف منتقل کر دیا۔

اب الموعود میں خلیفہ ثانی نے حضور کے تین کو چار کرنیوالے اجتہاد کے مطابق تک بندیاں کر کے اپنے آپ کو ہر لحاظ سے پیشگوئی مصلح موعود کا مصدقہ بنانے کی کوشش کی۔ حالانکہ حضور نے ۲۰ ربیوں ۱۸۸۷ء کی الہامی پیشگوئی کو بڑے واضح رنگ میں اپنے چوتھے بیٹے مبارک احمد پر چسپاں کر دیا تھا۔ لیکن خلیفہ ثانی تھے کہ بس ان پر تین کو چار کرنے کا بہوت سوار تھا۔ اور آپ کہہ رہے ہیں کہ میں کئی رنگ میں تین کو چار کرنیوالا ہوں۔ آپ کی ”تک بندیاں“ درج ذیل ہیں۔

(۱) **پہلی تک بندی**۔ آپ (انوار العلوم جلد ۷ صفحات ۲۰۲) پر لکھتے ہیں۔ ”اول اس طرح کہ مجھ سے پہلے مرزا سلطان احمد صاحب، مرزا فضل احمد اولاد پیدا ہوئے۔ اور چوتھا میں ہوا۔“ (اوپر سے نیچے کی طرف)

(۲) **دوسرا تک بندی**۔ آپ لکھتے ہیں۔ ”دوسرا اس طرح کہ میرے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے ہاں تین بیٹے ہوئے۔ اور اس طرح میں نے ان تین کو چار کر دیا۔ یعنی مرزا مبارک احمد۔ مرزا شریف احمد۔ مرزا شیر احمد اور چوتھا میں۔“ (نیچے سے اوپر کی طرف)

(۳) **تیسرا تک بندی**۔ آپ لکھتے ہیں۔ ”تیرے اس طرح بھی میں تین کو چار کرنیوالا ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندہ اولاد میں سے ہم صرف تین بھائی یعنی میں۔ مرزا بشیر احمد صاحب اور مرزا شریف احمد صاحب حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان رکھنے کے لحاظ سے آپ کی روحانی بیٹوں میں شامل تھے مرزا سلطان احمد صاحب آپ کی روحانی اولاد میں شامل نہیں تھے۔۔۔۔۔ چنانچہ انہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور اس طرح خدا تعالیٰ نے مجھے تین کو چار کرنیوالا بنا دیا کیونکہ پہلے روحانی لحاظ سے حضرت مسیح موعودؑ کی ذریت میں ہم صرف تین بھائی تھے مگر پھر تین سے چار ہو گئے۔“

(۴) **چوتھی تک بندی**۔ الموعود (انوار العلوم جلد ۷ صفحات ۲۰۳) پر آپ لکھتے ہیں۔ ”پھر اس لحاظ سے بھی میں تین کو چار کرنیوالا ہوں کہ میں الہام کے چوتھے سال پیدا ہوا۔ ۱۸۸۶ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے یہ پیشگوئی کی تھی اور میری پیدائش ہوئی۔ ۱۸۸۷ء ایک، ۱۸۸۸ء دو، ۱۸۸۹ء تین، اور ۱۸۹۰ء چار۔ گویا تین کو چار کرنیوالی پیشگوئی میں یہ خبر بھی دی گئی تھی کہ میری پیدائش پیشگوئی سے چوتھے سال ہو گی اور اس طرح میں تین کو چار کرنیوالا بنوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۱۸۸۲ء میں پیشگوئی ہوئی اور ۱۸۸۹ء میں اس پیشگوئی کے عین مطابق میری ولادت ہوئی۔“

(۵) **پانچویں تک بندی**۔ ایک صاحب نے ایم ٹی اے پر تقریر کرتے ہوئے یہ کہا کہ پہلے (۱) عیسوی (۲) ہجری (۳) بکرمی تین کیلینڈر تھے۔ خلیفہ ثانی نے ایک اور ہجری شمسی کیلینڈر ایجاد کر کے تین کو چار کر دیا۔ سبحان اللہ

تین کو چار کرنے کے سلسلے میں یہ توثیق خلیفہ ثانی کی اپنی ”تک بندیاں“ اور مقصداں کا یہ تھا کہ ہر حال میں پیشگوئی مصلح موعود کا مصدقہ میں ہی بنوں۔ کیا یہ سب تک بندیاں اس بات کا ثبوت نہیں کہ الہامی پیشگوئی آپ کے اعصاب پر سوار تھی؟ محمودیت سے تعلق رکھنے والے بعض افراد نے خلیفہ ثانی کی خوشنودی کیلئے ایک اور تک بندی یہ لگائی ہے کہ چونکہ خلیفہ ثانی نے ربوہ کی بنیاد رکھ کر تین کو چار اس طرح کر دیا کہ (۱) مک (۲) مدینہ (۳) قادیان (۴) اور ربوہ۔ تین کو چار کرنے کے سلسلہ میں یہ تھی تک بندیاں خلیفہ ثانی اور دیگر افراد جماعت کی۔ میں نے ان سب باتوں کو اسلئے تک بندیاں کہا ہے کہ تین کو چار کرنے کا کوئی ایک ہی معاملہ ہو سکتا ہے۔ پھر دوسرا باتیں از خود تک بندیاں بن جاتی ہیں۔ اگر کوئی صاحب شعور غیر از جماعت انسان اس ساری کارروائی کو پڑھئے گا تو وہ بچارہ نہ کروٹ پوٹ ہو جائیگا اور سوچ گا کہ انسانی نفس بھی عجیب شے ہے کہ وہ تین سے چار کو کس کس رنگ میں کروادیتا ہے۔ خلیفہ ثانی کی مذکورہ بالاتک بندیوں کی تردید آپکا اپنا پیٹا مرزا طاہر احمد اس طرح کر دیتا ہے کہ آپ ایک ”مجلس علم و عرفان“ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

”(سوال کنندہ) درخواست یہ ہے کہ مخالفین جو بیس ان کا یہ دعویٰ ہے کہ قیام پاکستان (مصلح موعود۔ نقل) کے بارے میں جو پیشگوئیاں فرمائیں ان میں ایک پیشگوئی یہ ہے کہ وہ تین کو چار کرنیوالا ہو گا۔ کیا یہ پیشگوئی حضرت مرزا سلطان احمد کی شکل میں پوری ہوئی یا کسی اور رنگ میں؟“

(خلیفہ رابع) مختلف جو احمدی سوچ بچاروں لے ہیں انہوں نے کوشش کی ہے اس پیشگوئی کے اور مختلف زاویوں سے روشنی ڈالنے والی (کی)۔ کئی لوگوں کو تو اس حد تک یہ جنوں رہا

کہ تین شادیوں کو چار شادیاں کرنیوالا، ثابت کرنیوالا ثابت کرنے کیلئے انہوں نے بہت زور لگایا کہ مراد یہی ہے۔ لیکن میرے خیال میں تو دراصل جو آپ نے دوسری بات کی ہے وہی غالباً ٹھیک ہے کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب جو آئے۔ وہ بعد میں آئے اور حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کے پیچھے پیچھے آئے۔ یہ جو تین کو چار کرنے والا معاملہ ہے اس کا تعلق ان دونوں واقعات سے ہو سکتا ہے ایک تو حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کا تشریف لانا تو سوال یہ ہے وہ تین کو چار کیسے کیا انہوں نے۔ جو اس وقت موجود تھے بھائی وہ چاروں تھے۔ تھے کہ نہیں؟ تو حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے آئے سے تو چار پورے نہیں ہوتے۔ پانچ ہو جاتے ہیں۔ اگر حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کو مرزا عزیز احمد کے آنے کو کہا جائے تو وہ بھی اس پہلو سے وہی بات بنتی ہے۔ تو کہنے والے کیا کہتے ہیں آپ نے جو تجویز کی ہے تو کیا مراد تھی اس سے؟

(سوال کنندہ۔ یہ مراد کہ بیعت کر کے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب جو حضرت مصلح موعود کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے اس اعتبار سے حضور) (غیفاریع) نہیں داخل تو ہوئے ہیں وہ الگ پیشگوئی ہے تائی آئی وغیرہ اس قسم کی۔ تین کو چار کرنے والے مضمون کا اس سے کیا بنے گا؟ (سوال کنندہ۔ حضور بہتر جانتے ہیں۔)

(غیفاریع) میں نے بہت زور لگایا اپنی طرف سے۔ مجھے دوسری پیشگوئیاں دکھائی دے دیتی ہیں۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے متعلق حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کے متعلق الہامات بھی ہیں۔ پیشگوئیاں بھی ہیں۔ مگر جن سکال مرزا نے اس کو تین اور چار والی بات بیان کی ہے اگر کوئی کی ہے تو مجھے اسکی پوری سمجھ نہیں آسکی۔ اسلئے یہ پیشگوئی ایک بہمی پیشگوئی رہے گی اور اسی پر چھوڑنا پڑے گا۔ وفات سے پہلے تک تو آپ تین کو چار بیویوں کے لحاظ سے نہیں کر سکے۔ اگر تو چار بیویوں کے پیچھے چھوڑتے تو پھر ہم کہتے کہ وفات تک یہ تین کو چار کرنے والا سلسلہ جاری رہے گا۔ اور یہ اتنے بڑے غظیم الشان الہام کے شایان شان بھی نہیں ہے کہ بیویوں کا ذکر چلے۔ اس لئے میں تو غور و فکر کے بعد اس کو متشابہات کے ذیل میں لیتا ہوں۔ جس کے مختلف معنی سوچے جاسکتے تھے۔ مگر سمجھ نہیں آتی کہ کیا ہیں؟ عین ممکن ہے کہ اس الہام کا تعلق آئندہ زمانے سے ہو اور وہ کس طرح ہوگا؟ حضرت مصلح موعود کے وصال کے بعد اگر کسی رنگ میں پورا ہو جائے تو یہ سوچا جاسکتا ہے۔ اور پھر حضرت مرزا مبارک احمد صاحب کے متعلق بھی یہ بیان کیا جاتا ہے کچھ؟ (اس میں تین کو چار کرنے والا سلسلہ نہیں ملتا / مجید راشد)

اس میں تو نہیں ملتا۔ حضرت مرزا مبارک احمد صاحب تو پانچ ہیں تھے۔ ہیں نا۔ ٹھیک ہے تو وہی بات ہے جو دماغ کو دوڑا نہیں جہاں مرضی پھیرا سکیں۔ اس پیشگوئی کی پوری سمجھ نہیں آتی اور آئندہ زمانے میں کسی وقت اگر یہ پوری ہو تو اس وقت پھر جس طرح چاند پڑھ جاتا ہے کھل کر اس طرح پوری ہو گی کہ صاف سمجھ آجائے گی۔ کیونکہ آپ تین خلافاء کو چار کرنے والے بھی نہیں تھے۔ چوتھا تو میں ہوں۔ اسلئے اس سے اس کا تعلق کوئی ہے کہ نہیں اس پر بھی زور ڈالیں۔

(ایک تخلوہ دار مولوی یہ بچارہ۔ بعض لوگ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی آمد سے اسلام کے تین مرکز ہو گئے تھے اور حضرت مصلح موعود نے چوتھا مرکز ربوہ بنادیا) نہیں نہیں۔ یہ جو آخری بات جو میں نے کی ہے (اپنی بات۔ ناقل) یہ کچھ دل کو لگتی ہے۔ چونکہ مصلح موعود کی نسل میں سے ہوں اور چوتھا ہوں تو اسکی وساطت سے تین خلافاء کو چار کرنیوالا لڑکا پیدا ہو گا۔ جو میں ہوں۔ یہ Logically ٹھیک لگتی ہے بات۔ سمجھ گئے ہیں۔ اسکے سوا اور کوئی بات بھی۔ ہر طرح میں نے سوچ کر دیکھا ہے Logically ٹھیک نہیں بنتی۔ جب اس پر آتا ہوں تو نفس کی، جو اپنے نفس کی کیفیت ہے۔ وہ اجازت نہیں دیتی۔ کہ اس پر کھل کر بات کروں۔ اور وہی حساب دماغ میں آتا ہے۔

میں تو مرکر خاک ہوتا گرہنا ہوتا تیرفضل پھر خدا جانے کہاں یہ پچینک دی جاتی غبار

تو یہاں پہنچ کر پھر اور کوئی پیش نہیں جاتی۔“ (مجلس علم و عرفان مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۹۹ء)

اس سوال و جواب سے درج ذیل تین نتائج نکلتے ہیں۔

(۱) غیفاریع اور خود ساختہ مصلح موعود کا یہ بینا تسلیم کرتا ہے کہ الہامی پیشگوئی کی اس علامت کے متعلق اب تک جو گمان کیے گئے ہیں، یہ سب تک بندیاں تھیں۔ یہ پیشگوئی ایک بہم سی پیشگوئی ہے اور اسکی حقیقت کا اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ میری عرض ہے کہ نفس پرستی اور دنیا طلبی کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ غلیفہ ثانی اور اسکی اولاد نے یہ سب حدیں توڑ دیں۔ کم از کم تقویٰ کی راہ پر چلتے اور یہ سوچتے کہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کے علم میں اس علامت کے معنی کچھ اور ہوں اور اس طرح یہ تک بندیوں نے حضورؐ کی اس پیشگوئی کو نہ صرف تماشا بنا دیا بلکہ آپ کی سچائی کو بھی۔ غلیفہ ثانی کو احباب جماعت ”سخت ذہین و فہیم“ بنائے ہوئے ہیں۔ کیا اس ”سخت ذہین و فہیم“ کو یہ پتہ نہ چلا کہ حضرت مسیح موعود کے تینوں جسمانی فرزند تو اس پیشگوئی زکی غلام مسیح الزماں یا مصلح موعود کے دائرة بشارت ہی میں نہیں آتے؟ تو پھر ان تک بندیوں کا کیا مطلب تھا؟

(۲) غیفاریع نے احباب جماعت کے آگے ایک نیا لکھنہ رکھ دیا ہے۔ یہ کہتے ہوئے کہ پونکہ میں چوتھا خلیفہ ہوں لہذا اس رنگ میں بھی سوچ کر دیکھو کہ کہیں ”تین کو چار کرنیوالا“ میں ہی تو نہیں؟ میرا احباب جماعت سے سوال ہے کہ کیا یہ علامت کوئی فٹ بال تھا کہ جس کے قابو میں آیا وہ لے کر دوڑ پڑا۔

(۳) خلیفہ رابع کے بقول آئندہ زمانہ میں جب الہامی پیشگوئی کی یہ علامت پوری ہوگی تو پھر تمام شہادت دور ہو جائیں گے اور حقیقت اس طرح واضح ہو جائے گی کہ جس طرح چاند چڑھتا ہے۔

خلیفہ ثانی اور اسکے تابع خلفاء اور ساری جماعت اب تک پیشگوئی مصلح موعود میں بیان فرمودہ ”زکی غلام“ کی اس علامت سے متعلق صرف اندازے ہی لگاتی رہی۔ اور حیرت ہے اسکے باوجود خلیفہ ثانی مصلح موعود تھے۔ وہ مصلح موعود کس طرح ہو سکتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اس علامت کا علم ہی نہ بخشنا۔ وہ پیشگوئی پر قبضہ تو کر بیٹھے لیکن اس علامت کے متعلق پھر ڈھکو سلے لگاتے رہے۔ یاد رکھیں حضرت مسیح موعود پر تو یہ پیشگوئی الہام ہوئی تھی اور پیشگوئی میں بیان فرمودہ اس علامت کے بارے میں آپؐ کا حق تھا کہ آپؐ اس کے بارے میں اپنا اجتہادی خیال ظاہر فرماتے لیکن دوسرے لوگوں کو اس معاملہ میں تک بندیاں لگانے کی کیا ضرورت تھی؟ اور خلیفہ ثانی نے تو کمال کر دی۔ میں اس ضمن میں عرض کرتا ہوں کہ ”تین کو چار کرنیوالا“ متعلق حضور کا جواہتہادی خیال تھا اللہ تعالیٰ نے اسکے مطابق ضرور آپؐ کو چار فرزند عطا فرم کر ایک رنگ میں اس پیشگوئی کو پورا فرمادیا۔ لیکن یہ یہ ضرور تھا کہ اللہ تعالیٰ اس الہامی پیشگوئی کے اصل مصداق کو ضرور الہاماً اسکے اصل معنی سے آگاہ فرماتا۔ سو اللہ تعالیٰ نے مجھے بار بار بتایا کہ تین کو چار کرنے کا صرف یہی مطلب نہیں تھا جو حضور نے بیان فرمایا تھا بلکہ اس سے مراد یہ تھی کہ دنیاۓ علم میں بعض علمی نظریات کے سلسلہ میں اہل علم حضرات کا تین پر اتفاق ہوگا اور حضور کا یہ روحاںی فرزند اللہ تعالیٰ سے علم پا کر کسی علمی نظریہ کو تین سے چار کر دیگا۔ اور اس طرح دنیاۓ علم میں وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا۔ اسکی تفصیل میری کتاب کے حصہ دوم میں موجود ہے۔ میں محضراً عرض کرتا ہوں کہ اولاً عام طور پر سائنس میں ماڈے کی تین حاتمیں پڑھائی جاتی ہیں۔ (ٹھوس، مائع اور گیس) جو کہ غلط ہے۔ ماڈے کی تین حاتمیں نہیں بلکہ چار حاتمیں (۱) ٹھوس (۲) ٹھانع (۳) مائع (۴) اور گیس ہیں۔ ثانیاً اسی طرح اب تک (۱) انسان (۲) حیوانات (۳) بباتات کو جاندار اشیاء خیال کیا جاتا تھا۔ حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ ماڈے کی اشیاء کی چوتھی حالت (۴) جمادات بھی زندہ وجود ہیں لیکن انسانوں کو انکی زندگی کا شعور نہیں۔ میں لوگوں کو بتاتا ہوں کہ ۲۰۰۰ رفروری ۱۸۸۲ء کی الہامی پیشگوئی کی اس علامت ”اور وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا“ کی یہی حقیقی روح تھی۔ اب خلیفہ رابع کے بقول چاند تو چڑھ گیا لیکن یہ چاند انہیں پسند نہ آیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ چاند انکی خواہش نفس کے برخلاف چڑھایا تھا۔

الموعود میں (انوار العلوم جلد اے صفحات ۲۰۲) پر ”تیر اعراض“ کے عنوان کے تحت آپؐ لکھتے ہیں۔

”ایک اعتراض مولوی صاحب نے یہ کیا ہے کہ مامور کی پہلی زندگی پر اعتراض نہیں ہوتے لیکن میاں صاحب کی زندگی پر بڑے بڑے اعتراض ہوئے ہیں۔ اُنکے دوست اور اُنکے نہایت مخلص مرید ایک دوہیں، بیسیوں کی تعداد میں اُن پر نہایت گندے الزام لگاتے رہے ہیں۔“ خلیفہ ثانی اس کا جواب یوں دیتے ہیں۔

”میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب نے اپنے خیال میں یہ دلیل میرے خلاف دی ہے لیکن ہے میرے حق میں۔ اسکے کہ حضرت مسیح موعود آئیوں لے کے بارہ میں لکھتے ہیں۔☆ تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اسکے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے۔ یا بعض دھوکا دینے والے نمیلات کی وجہ سے قبل اعتراض ٹھہرے۔☆ (الوصیت حاشیہ صفحہ ۸)“

اس ضمن میں میری اولین گذارش یہ ہے کہ جن گندے الزامات کا ذکر مولوی محمد علی صاحب نے کیا ہے انکی حقیقت کو صرف اللہ تعالیٰ یا خلیفہ ثانی یا وہ لوگ جنہوں نے یہ الزامات لگائے ہیں جانتے ہوئے۔ اور دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق (لیس الخبر بکل معاينة) نہیں ہے سنی سنائی بات خود دیکھنے کی طرح شانیاً یہ بات بھی بالکل درست ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ اصلاح خلق کیلئے کھڑا کرتا ہے وہ دعویٰ سے پہلے اپنے اپنے ماحول میں صادق کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ لوگ انکی شرافت اور تقویٰ شعاری کی گواہی دیتے ہیں۔ دنیا میں کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں مل سکتی کہ ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے اصلاح خلق کیلئے کھڑا کیا ہو اور اسکے ماحول میں لوگوں میں اسکے دعویٰ سے پہلے اسکے کردار پر گندے الزامات لگائے ہوں۔

شاشًا۔ یہ جو حضور نے فرمایا ہے۔☆ تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اسکے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے۔ یا بعض دھوکا دینے والے نمیلات کی وجہ سے قبل اعتراض ٹھہرے۔☆ حضور کے ان الفاظ سے یہ قطعاً مراہنی ہے کہ اس موعود انسان کے متعلق ایسا امکان ہو سکتا ہے کہ اسکے دعویٰ سے پہلے اس کے کردار کے بارے میں اسکے خلاف گندے الزامات لگے ہوئے۔ بلکہ حضور کی مراد یہ ہے کہ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس انسان کو ایسے لوگوں میں سے کھڑا کر دے جو عوامی اور گمنام ہوتے ہیں اور جن کی طرف لوگوں کی ذرہ بھی نظر نہیں ہوتی۔ جیسا کہ آپؐ اپنے متعلق فرماتے ہیں ۔۔۔

میں تھا غریب و بے کس و گمان و بے ہنر کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر لوگوں کی اس طرف کو زرا بھی نظر نہ تھی میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی

اور پھر ایسا آدمی جو عوامی ہو اور جس کو یہ پتہ ہی نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ آئندہ زمانہ میں میرے ساتھ کیسا سلوک فرمانے والے ہیں۔ اور نہ ہی اسکے ماحول اور گھر میں اسکے متعلق ایسا کوئی

وہم و مگان ہو۔ تو ایسی حالت اور ایسے ماحول میں زندگی گزارنے والے شخص کے متعلق بعض اوقات بعض دھوکہ دینے والے خیالات لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہو سکتے ہیں۔ اب تک جتنے بھی آنیاء اور رسل اس دنیا میں اصلاح خلق کیلئے اللہ تعالیٰ نے مبouth فرمائے ہیں ان پر اُنکے زمانہ کے لوگوں کا اولین اعتراض یہی تھا کہ وہ عوامی تھے اور لوگوں کی نظر میں اُنکی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ میں اپنی مثال پیش کرتا ہوں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کوپنی رحمت کا نشان بنایا ہے اور اس میں میرے لئے کوئی شک کی گنجائش نہیں۔ جیسا کہ منفصل لکھ چکا ہوں کہ میں جس گھر اور جس ماحول میں پیدا ہوا، اس میں تو میرے جیسا کوئی انسان ایسے کسی واقعہ کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اور پھر بچپن ہی سے میری زندگی ایسی محرومیوں میں گزری کر میں کسی استاد سے باقاعدہ عربی قواعد کے مطابق قرآن مجید ناظرہ بھی نہ پڑھ سکا۔ اپنے طور پر دوران تعلیم کوشش کر کے قرآن مجید پڑھنا سیکھا ہے اور ہو سکتا ہے کہ میری قرات عربی قواعد کے مطابق بالکل صحیح نہ ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی کسی بندے کو اپنی کسی ”رحمت کا نشان“ بنانا چاہے تو اُس کیلئے تو کوئی پابندی نہیں ہے کہ وہ ضرور کسی ایسے انسان کو ہی اپنی ”رحمت کا نشان“ بنائے جو عربی جانتا ہو اور جس نے باقاعدہ کسی اہل زبان یا کم از کم کسی استاد سے قرآن مجید پڑھا ہو؟ اب میرا کسی استاد سے قرآن مجید پڑھا ہوانہ ہونا اور میری قرات اہل زبان ایسی نہ ہونا بعض لوگوں کیلئے جائے اعتراض ہو سکتا ہے۔ اور ایسی ہی بشری کمزوریوں کے متعلق حضور نے یہ لکھا ہے۔ **☆** تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اسکے وقت میں ہوتی ہے اور قبیل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے۔ یا بعض دھوکا دینے والے خیالات کی وجہ سے قبل اعتراض ٹھہرے۔ **☆** نہ کہ حضور کے الفاظ کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ اس موعود شخص کے دعویٰ سے پہلے اُسکے کردار کے متعلق بعض نہایت گندے الزامات بھی لگے ہوں گے۔

الم Gould میں (انوار العلوم جلد ۱ صفحات ۲۰۵) پر ”چھٹا اعتراض“ کے عنوان کے تحت آپ لکھتے ہیں۔

”ایک اعتراض مولوی صاحب نے یہ کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے آنیوالے کی نسبت لکھا ہے کہ۔ **☆** میں تیری جماعت کیلئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کرو ڈیگا اور اُس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کرو ڈیگا۔ (الوصیت حاشیہ صفحہ ۸) **☆**

گویا وہ موعود الہام الہی سے کھڑا ہو گا اور ماموریت کا مدعا ہو گا۔ نہ یہ کہ خلافت کی طرح اُس کا انتخاب ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ **☆** اللہ تعالیٰ اُس کو اپنے امر سے کھڑا کرے گا۔ پس اس کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا نشان یہ ہو گا کہ وہ مامور ہو گا۔ **☆**

میں اس ضمن میں عرض کرتا ہوں کہ اپنے ان الفاظ میں مولوی محمد علی صاحب حضور کے الفاظ کی تشریح کر رہے ہیں کہ وہ موعود شخص وہی الہی کے ساتھ کھڑا ہو گا اور اللہ تعالیٰ اُس کے کھڑا کرے گا تب وہ کھڑا ہو گا۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے کھڑے ہوئے تھے اور آپ کے بعد ابو بکر صدیقؓ بھی کھڑے ہوئے تھے، اب سوال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے کھڑا ہونے اور ابو بکر صدیقؓ کے کھڑا ہونے میں کیا کوئی فرق نہیں تھا؟ سب جانتے ہیں کہ فرق تھا۔ اور یہی فرق حضرت امام مہدیؑ اور مولوی نور الدینؒ کے کھڑا ہونے میں تھا۔ اور یہ فرق یہ تھا کہ اولاد لذکر دنوں مقدس وجود وحی الہی کیسا تھکھڑے ہوئے تھے اور مخراز لذکر دنوں مقدس وجود بذریعہ انتخاب کھڑے ہوئے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود نے اپنی وصیت میں ”زکی غلام یعنی مصلح موعود“ کے متعلق یہ وضاحت فرمائی ہے کہ ”وہ روح القدس پا کر کھڑا ہو گا“ نہ کہ کسی انتخاب کے نتیجہ میں۔ اب سب لوگ یہ جانتے ہیں کہ خلیفہ ثانیؑ ایں وہی الہی کیسا تھکھڑے ہوئے تھے یا کہ لوگوں نے منتخب کیے تھے۔

الم Gould میں (انوار العلوم جلد ۱ صفحات ۲۰۶) پر ”پانچواں اعتراض“ کے عنوان کے تحت آپ لکھتے ہیں۔ **☆** ”ایک اعتراض مولوی صاحب نے یہ کیا ہے کہ مجھے خواب میں نہیں کہا گیا کہ مصلح موعود ہوں یہ تو میں نے اجتہاد کیا ہے۔“

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ خواب کی حقیقت کا ذکر تو میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود پر نازل ہونے والے کلام الہی میں پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت سے ہی باہر کردے تو پھر اللہ تعالیٰ اُس شخص کو مصلح موعود کا الہام یا خواب کیسے دکھا سکتا ہے؟

الم Gould میں (انوار العلوم جلد ۱ صفحات ۲۰۶) پر ”پنچھا اعتراض“ کے عنوان سے آپ مولوی محمد علی کے اعتراض کا ذکر کچھ یوں کرتے ہیں۔

”ایک اعتراض مولوی صاحب کا یہ ہے جو پہلے بھی کئی دفعہ کرچکے ہیں۔ کہ خوابوں کا کیا ہے خوابیں تو کچھیوں کو بھی آجایا کرتی ہیں۔“

خوابوں کی ماہیت کے متعلق حضور کا جو فرمان ہے، میں پہلے لکھا یا ہوں اعادہ کی ضرورت نہیں۔ خواب نفسانی، شیطانی اور حماني ہوا کرتے ہیں اور اُنکی تبیر کا انحراف خواب بین کے حالات پر ہوتا ہے۔ مولوی محمد علی صاحب کے ساتوں اور آٹھویں اعتراضات اور اُنکے خلیفہ ثانیؑ کے جوابات کا موضوع چونکہ علمی نہیں ہے لہذا انہیں چھوڑتا ہوں۔

مولوی محمد علی صاحب کا نقطہ نظر

مولوی صاحب یہ تو مانتے اور یقین رکھتے ہیں کہ مصلح موعود حضور کا جسمانی فرزند نہیں تھا بلکہ وہ آپ کا کوئی روحانی فرزند ہے۔ اور یہ بات ہے بھی کلیتی سچ۔ جہاں تک مصلح موعود کے

ظہور کا تعلق ہے تو مولوی محمد علی صاحب اپنے رسالہ "المصلح الموعود" کے صفحہ ۲۱ پر اس طرح لکھتے ہیں۔

"اور کیا یہ عجیب بات نہیں کہ جس طرح پر حضرت صاحب نے تین کو چار کرنیوالے میں چوتھا مہینہ چوتھا دن اور چوتھا گھنٹہ مراد سمجھا ہے چوتھی صدی ہی مراد ہو۔ اور اس طرح پر وہ مصلح موعود تین صد یوں کو چار کرنے والا بھی ہو یا تین نسلوں کو چار کرنیوالا ہو۔"

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ مصنف کا خیال ہے کہ موعود مصلح تیسری اور چوتھی نسل یا تیسری اور چوتھی صدی کے عالم پر ظاہر ہوگا۔ لیکن اس خیال کے حق میں حضور کے کلام اور الہام میں کوئی دلیل نہیں ملتی۔ ویسے بھی حضور جس مصلح موعود کو اپنا جسمانی فرزند خیال کر کے اُسے اپنی جسمانی اولاد میں ڈھونڈتے رہے اُسکے متعلق آپ یہ کس طرح لکھ سکتے تھے کہ وہ تیسری اور چوتھی نسل یا تیسری اور چوتھی صدی کے بعد ظاہر ہوگا۔

ثانية تین کو چار کرنے کا تعلق کسی نسل یا صدی سے نہیں بلکہ جیسا کہ میں پہلے ہی ذکر کر آیا ہوں کہ اس علمت کا تعلق بعض علمی نظریات سے ہے جنہیں وہ تین سے چار میں بدل دے گا۔

ثالثاً مولوی صاحب کا یہ بھی خیال تھا کہ جب احمدیت عیسوی سلسلہ کی مانند تین سو سال کے بعد غالب آجائے گی تب اس غالب کے بعد وہ موعود مصلح ظاہر ہوگا۔ ایسا قیاس بھی صریحاً ایک مغالطہ ہے اور حضور کے کلام اور الہام میں اس کا کوئی شانہ تک بھی نہیں ملتا۔ اور ایسے خیال سے مزید یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب اسلام اور احمدیت دنیا میں غالب آجائے گی تو پھر اس غلبے کے بعد مصلح موعود نے ظاہر ہو کر کیا کرنا ہے اور اُسکے ظاہر ہونے کی کیا ضرورت ہوگی؟ حالانکہ غالبہ اسلام اور احمدیت کا تعلق تو اس موعود کی غلام مسح الزماں یا مصلح موعود کے وجود کیسا تھا ہے۔ جیسا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۲ء کی الہامی پیشگوئی کے علاوہ حضور کے ۱۸۹۰ء کے الہامات سے ظاہر ہے۔ "(۱) كُلُّ الْفَتْحِ بَعْدَهُ (۲) الْمُظَهَّرُ الْحَقُّ وَالْعَلَاءُ كَانَ اللَّهُ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ۔" یعنی ایک نشان ظاہر ہو گا جو تمام فتوحات کا مجموعہ ہوگا اور اس وقت حق ظاہر ہو جائے گا اور حق کا غالبہ ہوگا۔ گویا خدا آسمان سے اُترے گا۔" (بدر جلد ۶ نمبر ۸ مورخہ ۲۱ فروری ۱۸۹۰ء صفحہ ۳۔ جو والہ تذکرہ صفحہ ۵۸۸)

بہر حال یہ مولوی صاحب کے ذاتی قیاسات اور خیالات تھے اور امر واقع یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس موعود کی غلام مسح الزماں یعنی مصلح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشاد کے مطابق گذشتہ مجددین کی طرح حضرت امام مہدی و مقتضی موعود کے بعد آئندہ پندرہ ہویں صدی ہجری کے سر پر ظاہر کرے گا۔

الہامی پیشگوئی کا ثبوت!

اب میں ۲۰ فروری ۱۸۸۲ء کی الہامی پیشگوئی کی حقیقت یا "نیکی خدا ہے" کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اور یہ مضمون میری کتاب کے حصہ دوم پر مشتمل ہے۔ جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہے کہ میں نے یہ مضمون اپنے دعویٰ موعود کی غلام مسح الزماں یا مصلح موعود کے ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے۔ "نیکی خدا ہے" الحمد للہ ایک جامع الہی نظریہ ہے۔ یہ مضمون پچھلے سال پاکستان میں بھی کتابی شکل میں چھپ چکا ہے۔ بہت سارے اہل علم حضرات نے انفرادی طور پر اس کتاب کے متعلق مجھے اپنی خوشنودی سے نوازا ہے۔ تجزیہ نگار محترم نذر حق صاحب میری کتاب کے تعارف میں لکھتے ہیں۔

"نیکی خدا ہے" عبد الغفار جنبہ کی فلسفیانہ تصنیف ہے جس میں انہوں نے نیکی کی ماہیت، نیکی علم ہے اور نیکی خدا ہے، کے تین عنوانات کے تحت بحث کے بعد اس بات کو خوبی ثابت کیا ہے کہ "نیکی خدا ہے" مصنف کا کہنا ہے کہ مسلمانوں نے مسلمان مفکرین نے قرآن حکیم کا مطالعہ یونانی فلسفہ کی روشنی میں کیا ہے حالانکہ قرآن پاک خدا تعالیٰ کی عظیم اور کامل و مکمل کتاب ہے جس میں ہر قسم کی بھلائی اور ہر قسم کا سچا فلسفہ موجود ہے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ یونانی اور دیگر ہر قسم کے فلاں کا مطالعہ قرآن حکیم کی روشنی میں کیا جاتا اور ان فلاں کو قرآن حکیم کی روشنی میں جانچ پر کھل کر علم و حکمت کے گوہ رچنے جاتے۔ مصنف نے فلسفیانہ فکر و تفکرات، متکلمین کے مختلف مکاتب فکر اور اُنکے "فکر" پر بھی بحث کی ہے اور "نیکی" کیا ہے؟ جیسے دیقیق اور مشکل سوال کا جواب دیا ہے۔ اس حوالے سے انہوں نے بعض قدیم اور غیر مسلم فلاسفہ کی رائے بھی دی ہے اور اس پر اپنے انداز میں بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ نیکی ایک "محیط کل نور" ہے، لامحدود ہے، اللہ ہے۔ مصنف نے جو مباحث کئے، جو نتائج اخذ کئے اور "نیکی خدا ہے" کے نظریہ کو جس طرح ثابت کیا ہے وہ بہت خوب ہے لیکن ان مباحث میں مصنف نے غالباً علی تعلیم یافتہ لوگوں کو ذہن میں رکھ کر بات کی ہے کیونکہ ان دیقیق علمی مباحث کو پاکستان میں بننے والا عام شہری حکوم علم ہے، مگر نیکی سے محبت رکھتا ہے، شاید یہی سمجھ سکے اور جہاں تک علی تعلیم یافتہ طبقے کا تعلق ہے تو اُس کا بڑا حصہ نیکی کے بارے میں اپنے خیالات و تصورات کو ہی افضل تصور کرتا ہے۔ بہر حال یہ کتاب چونکہ فی سبیل اللہ تلقیم کی جا رہی ہے، اسے پڑھنے والے ضرور اس سے اثر قبول کریں گے اور عبد الغفار صاحب کے حق میں دعاۓ خیر کریں گے۔" (روز نامہ پاکستان، سنڈے میگزین "زندگی"، ۲۲ اگست تا ۲۸ اگست ۲۰۰۳ء)

محترم قارئین! محترم نذیر حق صاحب مجھے بالکل نہیں جانتے۔ انہوں نے میری کتاب کے تعارفی تبصرہ میں جو کچھ لکھا ہے قطعی طور پر غیر جانبدار ہو کر لکھا ہے۔ اس موضوع کے متعلق آپ نے بہت ساری کتابیں دنیا میں دیکھی ہوئی لیکن اس نظریہ میں جس رنگ میں ہستی باری تعالیٰ کا علمی اثبات کیا گیا ہے، ایسا ثبوت آپکو کسی دوسری کتاب میں نہیں ملے گا۔ عقلی بحث کو قرآن فی آیات کا لباس پہنا کر عظیم قرآن مجید کی عظمت اور دین اسلام کی حقانیت ثابت کی گئی ہے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ جب بذریعہ تبلیغ مذہبی ترقی ہوتی تھی لیکن اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ آج علمی سیف کا زمانہ ہے اور کوئی مذہب آج بذریعہ علم ہی غالب آسکتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اپنے دین اسلام کے غلبہ کا وعدہ فرمایا ہوا ہے اور یہ وعدہ یقیناً چاہے۔ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ میں تخلف ہو۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ آج یہ غرض بطریق احسن اس الہی نظریہ میں پوری ہو چکی ہے۔ اور اس طرح ۲۰۰۰ءی کی الہامی پیشگوئی کے الفاظ یا اسکی غرض و غایت ”اور تادین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تاحد اپنی تمام برکتوں کی萨 تھا آجائے اور باطل اپنی تمام خصوصیوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تالوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تادہ یقین لاں۔ کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تاحد اپنی جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا کے دین اور اسکی کتاب اور اسکے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے۔“ کیا پورے نہیں ہوئے؟

اب ایک اور دوسرے رُخ سے اس الہی نظریہ پر روشنی ڈالتا ہوں۔ نیکی کیا ہے؟ یہ سوال تقریباً اڑھائی ہزار سال پہلے سقراط نے اٹھایا تھا۔ لیکن سقراط اپنی زندگی میں لوگوں کی صرف اتنی راہنمائی کر سکا کہ ”نیکی علم ہے“، یعنی نیکی اور علم دونوں ایک ہی حقیقت یا حق کے دو نام ہیں۔ لیکن نیکی کی ماہیت“ کے متعلق وہ اپنی زندگی میں کچھ بتانہ سکا۔ سقراط اپنے شاگرد افلاطون کی کتاب ”مینو“ کے آخر میں فرماتا ہے:-

”سقراط: میں اسکی مد نہیں کر سکتا۔ ہم کسی دوسرے وقت میں اس سے بات کریں گے۔ اگر وہ سب جو ہم نے پوچھے ہیں، ٹھیک ہیں تو نیکی کا علم نہ تو فطری طور پر اور نہ ہی بذریعہ تعلیم حاصل کیا جاسکے گا۔ جس کسی نے بھی اسے حاصل کیا بغیر غور و فکر کے فضل الہی کے طور پر حاصل کیا۔ جیسے نہ کہ وہ ایک سیاستدان کی طرح جو اپنی طرح کا ایک اور پیدا کر سکتا ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص ہے تو پھر اس کو زندہ لوگوں میں ایسے مانا پڑے گا جیسا کہ ہومر (Homer) نے کہا ہے کہ مرے ہوئے لوگوں میں ٹارسیاس (Tiresias) اور صرف اسی کو پتہ چلتا ہے کہ وہ ہے ”جبکہ دوسرے اڑتے ہوئے سائے ہیں“۔ جہاں تک نیکی کے علم کا تعلق ہے تو ایسا شخص بالکل اس جیسا ہو گا جس طرح سایوں کے درمیان ایک جسم حقیقت۔

مینو: سقراط نے یہ عمدگی کیسا تھی بیان کیا ہے۔

سقراط: ہمارے موجودہ استدلال سے پھر جس کسی نے بھی نیکی کا علم پایا اُسے یہ فضل الہی کے طور پر ملا۔ لیکن ہم اس معاملہ کی سچائی کو اُس وقت تک نہیں سمجھیں گے جب تک ہم یہ نہ پوچھیں کہ لوگوں نے نیکی کا علم کیسے حاصل کیا؟ ہم یہ دریافت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ بذات خود نیکی کی ماہیت کیا ہے؟“ (پروٹوگراس اور مینو، مصنف افلاطون، مترجم ڈبلیو۔ کے۔ سی۔ گودھاری صفحہ ۱۵۶ تا ۱۵۷)

ان الفاظ سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ **اولاً** یہ کہ ”نیکی کی ماہیت“ کا علم دراصل رحمت اور فضل الہی ہے اور اس کا حصول مساواجی اور الہام کے ممکن نہیں۔ **ثانیاً** یہ کہ سقراط زندگی بھر ”نیکی کی ماہیت“ پر غور و فکر کرتا رہا اور ماسوا ”نیکی علم ہے“، وہ اس پر کوئی روشنی نہ ڈال سکا۔ سقراط کوئی عام شخص نہیں تھا بلکہ اپنے وقت کا دانش مندانہ انسان تھا۔ بعض لوگ اُسے پیغمبر بھی مانتے ہیں اور بعض دیگر مصلح اور مجدد۔ بہر حال فلسفہ کی دنیا میں اسکی اتنی اہمیت ہے کہ اُسکے وجود کیسا تھے فلسفہ ”ما قبل سقراط“ اور ”ما بعد سقراط“ میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ سردمارکس ٹلیپس (Cicero Marcus Tullius 106-43 BC) رومی فلسفی اور مدرس سقراط کے متعلق لکھتا ہے۔

”سقراط پہلا انسان تھا جو فلسفہ کو آسمانوں سے نیچے لا یا۔ اسے زمین پر شہروں میں مضبوطی کے ساتھ تم ریز کیا۔ اسے لوگوں کے گھروں میں لا یا تاکہ لوگ اپنی زندگیوں اور اپنے طرز عمل کا جائزہ لیں۔“ (Cicero, Fragments V4, 10)

اس کو عجیب اتفاق سمجھئے یا کوئی اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت کہ جس ”زکی غلام مسیح الزماں“ کا وعدہ حضرت امام مہدی مرزاصاحبؑ کو بخشنا گیا، اسکے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”**كَانَ اللَّهُ تَرَأَّلَ مِنَ السَّمَاءِ**“، یعنی اُسکے نزول کیسا تھا اللہ تعالیٰ آسمان سے نازل ہو گا۔ سقراط جس کا شامرون عاد انسان مددترین لوگوں میں ہوتا ہے۔ اُس نے تقریباً میں برس کی عمر میں اپنے آپ کو تشویک کے خلاف جہاد اور نیکی اور سچائی کی محبت بیدار کرنے کیلئے وقف کیا تھا۔ اُس نے نوجوانوں کا ایک گروہ اپنے گرد جمع کیا اور ان میں تحقیق و جستجو کی ایسی روح پھوکی جو انہیں علم اور نیکی کی طرف لے جانیوالی تھی۔ اُس کا مشہور ”نظریہ علم“، بعد ازاں اہل علم حضرات کیلئے معمہ بن گیا۔ ہزاروں سال اس ”نظریہ علم“، پر غور و فکر ہوا لیکن انسانی مجدد عقل اس کا عقدہ حل نہ کر سکی اور اس طرح سقراط اور اُس کا یہ نظریہ علم ہر دور میں علماء کیلئے پہلی بنا رہا۔ اسی لئے پر نسشن یونیورسٹی کے پروفیسر آف فلاسفی گریگوری ولٹاس

(Gregory Vlastos) لکھتے ہیں۔

”ہمیں ایک انسان کا پتہ ملتا ہے جو مکمل طور پر پہلی ہے۔ دیگر فلاسفہ نے پہلی کے متعلق بات کی ہے۔ سقراط نے نہیں۔ سقراط بذات خود ایک پہلی ہے۔“ (سقراط کا فلسفہ، (انگریزی) مصنف گریگوری ولٹاس صفحہ ۲۴)۔

یہ بھی یاد رہے کہ کوئی بھی پہلی بوجھنے سے پہلے مشکل ترین معہد ہوا کرتی ہے اور بوجھنے کے بعد وہی پہلی آسان ترین بات ہو جایا کرتی ہے۔ فلسفہ کے بیسویں صدی کے ایک مبصر پروفیسر ڈبلیو۔ٹی۔ ٹیلیس اپنی مشہور زمانہ کتاب ”یونانی فلسفہ کی تقدیمی تاریخ“ کے صفحہ ۱۲۹ پر لکھتے ہیں۔

”لیکن جیسا کہ سقراط کیلئے نیکی کی تہاڑھ ط اس کا علم ہونا ہے اور جیسا کہ علم قطبی ہے جس کو بذریعہ تعلیم سکھایا جاستا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیکی بھی قبل تعلم ہونی چاہیے۔ مشکل صرف یہ ہے کہ کسی معلم کو ڈھونڈا جائے جو نیکی کے تصور کو جانتا ہو۔ نیکی کا وہ تصور جسے سقراط نے سوچا اور جعلم کا انمول جزو ہے جس کو کسی مفکر نے دریافت نہیں کیا اور اگر بھی وہ دریافت ہو گیا تو فوراً سے پڑھایا جائے گا اور اس طرح انسان فوراً نیک ہو جائیں گے۔“

معزز قارئین کرام! مجھے امید ہے کہ آپ کو بخوبی آندازہ ہو گیا ہوگا کہ سقراط کا پیش کردہ ”نیکی کا تصور“، کتنا، ہم ہے اور دوسرا یہ کہ اب تک کسی مفکر شرقی یا غربی نے اسے دریافت نہیں کیا۔ اور آج حضرت مرزا صاحبؑ کے موعود ”رَبِّ الْعَالَمَاتِ“ کا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ”نیکی“ کے اس تصور کا کامل علم بخشنا ہے جسے سقراط نے علم قرار دیا تھا۔ اور مزید دلچسپ اور اچھبے کی بات یہ ہے کہ اسکے انشاف کے دوران اللہ تعالیٰ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۲ء کی الہامی پیشگوئی کی مرکزی علامات پوری فرمادی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

”وَهُنَّ ذَيْنَ وَنَهِيمُ هُوَكَا۔ اور دل کا حليم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزندلبند گرامی ارجمند۔ مَظَهِرُ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ مَظَهِرُ الْحَقِيقَ وَالْعَلَاءِ كَلَّا اللَّهُ تَرَكَ مِنَ السَّمَاءِ“ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

میں بہاں وضاحت کرتا چلوں کہ ”وَهُنَّ ذَيْنَ وَنَهِيمُ هُوَكَا۔ اور دل کا حليم۔“ یہ الفاظ مشتبہ ہو سکتے ہیں اور ہر انسان اپنے ذوق کے مطابق کسی انسان کو ان الفاظ کا مصدق قرار دے سکتا ہے اور کسی نہیں۔ میں عرض کروں گا کہ۔

اولاً۔ ”سخت ذہین و نہیم“ ہونے سے مراد یہ ہے کہ جہاں ایک معمولی ذہن رکھنے والے شخص کو کچھ نظر نہیں آتا وہاں ایک غیر معمولی ذہین و نہیم شخص عجیب و غریب حقائق تک پہنچ جاتا ہے جیسا کہ اُسے الہام ہوا ہو۔ جیسا کہ نیوٹن کیستھ ہوا۔ نیوٹن (Newton) نے ایک سبب کو گرتے دیکھا۔ نیوٹن سے پہلے اور لوگوں نے بھی اس واقعہ کو بے شمار مرتبہ دیکھا ہوگا۔ لیکن نیوٹن کو اس واقعہ سے ایک اشارہ ملا اور اسکی بنیاد پر اس نے کشش ثقل کا ایک بہت بڑا قانون دریافت کر لیا۔ مصلح موعود کو بھی ایسے ہی الہامات الہی نے سخت ذہین و نہیم بنانا تھا۔ اور الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی الہامات سے اس عاجز کو بھی نواز ہے اور میں اسکے ثبوت میں اپنی کتاب ”غلام مسح الزماں“ کو پیش کرتا ہوں۔

ثانیاً اللہ تعالیٰ نے موعود زکی غلام کے ذہین اور نہیم ہونے کی نشانی اپنے الفاظ میں قائم فرمادی تاکہ لوگ اپنے اپنے ذوق کے مطابق ڈھکو سلے نہ لگاتے پھریں۔ اللہ تعالیٰ ان الفاظ کے آگے فرماتا ہے۔ ”اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔“

اس علوم ظاہری اور باطنی سے کیا مراد تھی اس کا میں پہلے ذکر کر آیا ہوں۔ بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ نے اس موعود غلام کو اپنا ایسا کامل عرفان بخشنا تھا جس کیستھ اُس نے اپنوں اور غیروں کا منہ بند کر دینا تھا۔ اور کیا یہ مقصد میرے ”الہی نظریہ“ میں پورا نہیں ہو گیا؟ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ”اوَرَوْهُ تِينَ كَوْچَارَ كَرْنَےِ وَالاَهُوَكَا۔ (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزندلبند گرامی ارجمند۔ مَظَهِرُ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ مَظَهِرُ الْحَقِيقَ وَالْعَلَاءِ كَلَّا اللَّهُ تَرَكَ مِنَ السَّمَاءِ“ تین کو چار کرنے کی میں پہلے وضاحت کر آیا ہوں۔ وہ اول اور آخر کا مظہر ہوگا اور حق اور اعلیٰ کا مظہر ہوگا اور یقیناً اس کے نزول کیستھ اللہ تعالیٰ آسمان سے نازل ہوگا۔ یہ الہامی الفاظ بھی اُس موعود غلام کے ذہین اور نہیم ہونے کی علامات ہیں۔ یہ علامات ہیں جو میرے ”جامع الہی نظریہ“ کی بنیاد ہیں اور یہی پیشگوئی مصلح موعود کی مرکزی علامات بھی ہیں۔

الہامی پیشگوئی کے یہ وہ الفاظ ہیں کہ اگر یہ اپنی تدبیر اور چالاکی سے پورے ہو سکتے ہو تو مجھ سے پہلے اس پیشگوئی کے مصدق ہونے کے جتنے دعویدار گزرے ہیں، اُن میں سے کم از کم مرزا بشیر الدین محمود احمد پیشگوئی کی ان مرکزی علامات کو ضرور پورا کر لیتا۔ اور یہ وہ علامات ہیں جن کیستھ سقراطی ”نیکی کے تصور“ کا علم پیشگوئی کے مصدق کو دیا گیا ہے۔ میرے الہی نظریہ میں جو ”نیکی کی ماہیت“ بیان کی گئی ہے کیا کوئی اسے جھلسا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ قیامت تک تمام مخالفین کیلئے یہ لمحہ فکر یہ ہے اور یہی میرے دعویٰ کا بنیادی ثبوت ہے۔ یہ ثبوت میرا خود ساختہ نہیں بلکہ پیشگوئی کے الہامی الفاظ میں موجود ہے۔ آپ فلسفہ کی تمام کتب پڑھ جائیں آپ کو ان میں ”نیکی کے اس تصور“ کا پہنچیں ملے گا اور میں بھی کیسے سکتا تھا کیونکہ ”ہر سخن و قته و ہر کلمہ مقامے دارد“۔ ہزاروں سال سے مطلوب ”نیکی کے اس تصور“ کا علم اللہ تعالیٰ نے موعود زکی غلام مسح الزماں کو بخشنا تھا کہ حضرت امام

مہدی و مسیح موعودؑ کی سچائی روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے۔ جناب دیکھا ہے آپ نے آج بھی حضرت مرزا صاحبؒ کی روحانیت کا کمال؟ میرا آپ سے سوال ہے کہ کیا ایسا عظیم الشان واقعہ وحی اور الہام کے بغیر ممکن ہے؟ اگر ہوتا تو ضرور کوئی ولیٹرن دانشوارس معمہ کو حل کر لیتا۔

انسانی تحقیق کیسا تھا حصول علم کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ سقراط نے نہ صرف علم کی ماہیت (نیکی علم ہے) کا نظریہ پیش کیا یعنی ”نظریہ تصورات“۔ سقراط نے یہ تعلیم دی ہے کہ ”سب علم تصورات کے ذریعہ ملتا ہے۔“ سقراط نے تصور (concept) کا لفظ بمعنی تعریف (definition) استعمال کیا تھا۔ بجا طور پر کسی شے کا علم ہمیں اسکی تعریف سے ہی ملتا ہے۔ جب ہم کسی شے کی تعریف کرتے ہیں تو ہم اس شے کی وہ صفات بیان کرتے ہیں جن کی موجودگی اسکے وجود کیلئے لازمی ہوتی ہے یا بالفاظ ادیگر تعریف میں صرف انہی صفات کو شامل کیا جاتا ہے جو کسی شے کیلئے ضروری ہوتی ہیں اور جن کی عدم موجودگی میں وہ شے وہ شے نہیں ہو سکتی جو کہ وہ ہے۔ مثلاً انسان کی تعریف ہم اس طرح کریں گے کہ ”انسان حیوان عاقل ہے۔“ انسان کی بہت ساری صفات ہیں لیکن حیوان ہونا اور عاقل ہونا اسکی تعریف کیلئے ضروری ہیں۔ اگر کوئی شے حیوان نہ ہوا ر عاقل بھی نہ ہو تو ہم اسے انسان نہیں کہہ سکتے۔ بقول ارسطو (Aristotle) تعریف علم کی ابتداء اور انتہا ہے۔ جب ہم ایک تصور سے ایک دوسرے اعلیٰ تر تصور کی طرف اور وہاں سے مزید ایک اور اعلیٰ ترین تصور کی طرف بڑھتے ہیں تو اس دوران ہمارا علم ترقی کرتا ہے۔ سائنس اور فلسفہ کی آخری منزل شعوری یا الاشتوتی طور پر بلاشبہ ”اعلیٰ انتہائی ہمہ گیر تصور“ ہی ہے۔ جیسا کہ پروفیسر ڈیلووٹی سٹیس لکھتے ہیں۔

”تمام سائنس میں عمومیت کا رجحان یعنی بے شمار انفرادی حقائق سے ایک عمومی قانون اخذ کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ فلسفہ اس عمل کو انتہا تک لے جاتا ہے۔ یہ تی المقدور حد تک تعمیم سازی کرتا ہے۔ یہ کوشش کرتا ہے کہ کائنات کی چند عمومی اصولوں کی روشنی میں تشریح کی جائے اور اگر ممکن ہو تو ایک ہی انتہائی اصول کی روشنی میں۔“ (يونانی فلسفہ کی تقدیمی تاریخ صفحہ ۳)

”نیکی خدا ہے،“ کیا یہ وہی ”اعلیٰ انتہائی ہمہ گیر تصور“ نہیں جس کی تلاش میں حضرت انسان سرگردال ہے؟ یقیناً یہ وہی نظریہ ہے۔ اگر کوئی انسان اسے جھٹلا سکتے تو جھٹلا کر دکھائے۔ اور حیرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ”اعلیٰ انتہائی ہمہ گیر تصور“ کو پیشگوئی مصلح موعود کا ثبوت بنادیا۔ مجھے امید ہے کہ اب احباب جماعت احمد یہ کو پہنچل گیا ہو گا کہ میرا دعویٰ خیالی ہے یا کا ایک ایسا حقیقی دعویٰ ہے جس کا میں ایک قطعی اور ناقابل تردید علمی اور الہامی ثبوت رکھتا ہوں۔

الہامی پیشگوئی کی غرض و غایت!

(۱) پیشگوئی کی پہلی غرض یہ تھی کہ۔ ”اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا۔ تا وہ جوزندگی کے خواہاں ہیں۔ موت کے پنج سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آؤیں۔“ ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے حضور گوئی خیابان پر سلامتی پیش کی ہے۔ اور پھر فرمایا کہ بعض لوگ حیات جاوید کی خواہش کریں گے اور میں تیرے واسطے سے اُن کو زندگی دوں گا۔ اور وہ جو فوت ہو کر قبروں میں جا چکے ہیں اور اُنکے نام و نشان بھی مٹ چکے ہیں، تیرے واسطے سے وہ بھی باہر آ جائیں گے۔ بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ نے علم کی پیاس اور زندگی دوں گا۔ اور وہ جو فوت ہو کر قبروں میں جا چکے ہیں اسے از لی ابدی دعا“ اے از لی ابدی دعا“ مجھے زندگی کا شربت پلا۔“ مجھ سے سجدہ میں کروائی۔ یہ عالی اللہ تعالیٰ نے قبل فرم کر مجھے بھی بنادیا۔ اور اس طرح اولاد۔ ایک تو پیشگوئی کے یہ الفاظ میرے وجود میں پورے فرمائے ”تا وہ جوزندگی کے خواہاں ہیں۔ موت کے پنج سے نجات پاویں۔“ اور شاید۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی وہ بشارت جو حضورؐ کو، رنومبر ۱۹۰۷ء کو بخشنی تھی کہ ”**إِنَّنِيْ شَرِيكٌ بِغَلَامِ اسْمَهُ يَحْيَى**“ میں تجھے ایک غلام کی بشارت دیتا ہوں جس کا نام بھی ہے۔ ”پوری فرمادی۔“ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آؤیں۔“ اس ضمن میں عرض ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کسی کو ”نشان رحمت“ بناتا ہے تو پھر نہ صرف وہ شخص بھی بتتا ہے بلکہ جن کا وہ چشم و جراغ ہوتا ہے۔ اور وہ جو فوت ہو کر قبروں میں جا چکے ہوتے ہیں وہ بھی باہر آ جاتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمدؒ کو آنحضرت ملائیکہ یا ملائیکہ کی پیشگوئی کے مطابق اپنا امام مہدی اور مسیح بنایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اسکی رحمت تھی جو امت محمدی میں آپ کے شامل حال ہوئی۔ اور اس رحمت کی وجہ سے آپ کے آباء اور اجداد نہ صرف مرزا ہادی بیگ بلکہ مورث اعلیٰ فرماچار نامی جنہوں نے چھٹی صدی ہجری میں اسلام قبول کیا تھا، تاک سب قبروں سے باہر آگئے۔ آپ کے زندہ ہونے سے نہ صرف وہ سارے وفات یافتہ قبروں سے باہر آگئے بلکہ آپ کی آئندہ نسلیں بھی قیامت تک زندہ ہو گئیں اور آپ سے ایک نئے خاندان کی بنیاد پڑ گئی۔ الہامی پیشگوئی کے ان الفاظ۔ ”خدا نے یہ کہا۔ تا وہ جوزندگی کے خواہاں ہیں۔“ موت کے پنج سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آؤیں۔“ کے مصدق غلیفہ ثانی کیسے ہو سکتے ہیں کیونکہ آپ بھی اور آپ کے ابا اور اجداد پہلے ہیں۔ حضرت امام مہدیؑ کی بدولت زندہ بھی ہو چکے تھے اور قبروں سے باہر بھی آچکے تھے؟ یہ پیشگوئی تو کسی گمان مخصوص اور اسکے آباء اور اجداد کے متعلق تھی اور یہ خوش نصیب خاکسار ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان الہامی دعاؤں کی قبولیت کے نتیجے میں مجھے ایک عظیم الشان اور ایک جامع الہی نظریہ عنایت فرمائی۔ صرف اس عاجز کو حیات جاوید بخشی ہے بلکہ وہ لوگ جن کا میں

چشم و چراغ ہوں اور وہ جو اس دنیا سے گزر کر قبروں میں جا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی قبروں سے باہر نکال کر کھڑا کر دیا ہے۔ علاوہ اسکے یہ ”اللہی نظریہ“، یا ”خیر کشیر“، قیامت تک لوگوں کی روحانی زندگی کا باعث بنتی رہے گی۔ ان سب باتوں کا علم اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشنا ہے۔

(۲) پیشگوئی کی دوسرا غرض ”اوْرَتَادِينِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو“ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو جو ”علم و حکمت“، ”بخشش و نظریاتی عالمی رنگ“ میں ہے۔ یہ علم و حکمت دینِ اسلام کی کتاب میں موجود ہے اور کوئی دوسرا نہ ہے اس علم و حکمت کو اپنی الہامی کتاب سے نکال کر دکھانہیں سکتا۔ دور حاضر علمی اور نظریاتی دور ہے۔ میرا الہامی نظریہ ایک علمی تھیار ہے اور اس کا مقابلہ کوئی دوسرا نہ ہے۔ اسی عالمی یا آسمانی حرسب سے دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ دنیا پر ضرور ظاہر ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۳) تیسرا غرض ہے ”اوْرَتَاحَقَ اپنی تمامِ برکتوں کیسا تھا آجائے اور باطل اپنی تمامِ خوستوں کے ساتھ بھاگ جائے“، اولاد۔ یہ ”نیکی خدا ہے“ سب سے بڑا اور عظیم سچ ہے اور علاوہ اسکے دیگر تمام نامِ نہادِ منہبی اور فلسفیانہ نظریات باطل ہیں۔ حق کے آنے کے بعد باطل نے لازماً بھاگنا ہے۔ ثانیًا۔ خلیفہ ثانی کا دعویٰ مصلح موعود ایک سفید جھوٹ تھا۔ یونکہ آپ نے تو پیشگوئی کے دائرة بشارت میں آتے ہیں اور نہ ہی پیشگوئی کا کوئی ٹھوس ثبوت آپکے پاس تھا۔ اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو اپنا ”نشانِ رحمت“ بناتے ہوئے اس الہامی پیشگوئی کا قطعی علمی ثبوت اس عاجز کو بخشنا ہے۔ کیا کوئی اس الہامی ثبوت کو جھٹلا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور اس طرح حق کی آمد آمد ہے اور باطل اپنی تمامِ خوستوں کیسا تھا انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب بھاگنے والا ہے۔

(۴) چوتھی غرض ہے ”اوْرَتَالُوگَ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں“، یہ الہامی الفاظ بتارہے ہیں کہ کوئی شخص الہامی رضا کے برخلاف طاقت کے مل بوتے پر مصلح موعود بنے گا اور بعض دوسرا لے لوگ بھی اس جرم میں شریک ہونگے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ اس دجل کو ناکام کر دے گا۔ اور کسی بہت ہی بے کس اور بے بس انسان کو اجارہ داروں کی خواہش کے برخلاف اپنی رضا کے مطابق موعود مصلح بنا کر لوگوں کو دکھایا گا کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں۔ اگر کوئی طاقتو رسانا ہو اور وہ پہلے ہی اقتدار کی گدی پر بیٹھا ہو یا بٹھا دیا گیا ہو۔ تو ایسے طاقتو رخص کو مصلح موعود بنانے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کیا ثبوت مل سکتا ہے؟ کیونکہ وہ تو پہلے ہی بنا ہوا یا لوگوں کا بنا یا ہوا ہے۔ مثلاً ابو جہل کو اگر اللہ تعالیٰ نبی یا رسول بنادیتا اور وہ اہل مکہ سے کہتا کہ میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا نبی اور رسول ہوں۔ تو لوگوں نے چونکہ اسے پہلے ہی ابو الحکم اور اپنا سردار مانا ہوا تھا۔ وہ تو جہٹ کہتے حضور تشریف لا یے۔ ہم تو پہلے ہی آپکی راہ میں آنکھیں بچھائے ہوئے ہیں۔ آپ بتائیں کہ ایسے طاقتو رخص کو نبی اور رسول بنانے میں اللہ تعالیٰ کی کیا قدرت ظاہر ہوئی؟ ہاں آنحضرت ﷺ جیسے اُمی اور دریتیم اور بے سہار او جو دو کو خلعت نبوت اور رسالت پہننا کر ضرور اللہ تعالیٰ کی قدرت ظاہر ہوئی۔ اسی طرح پچھلی صدی میں جو ہندوستان میں امام مہدی و مسیح موعود کی بعثت کا واقعہ ہوا اس ضمن میں عرض ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ سید نذیر حسین کو اس کام کیلئے چن لیتا تو اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظاہرہ نہیں تھا۔ یونکہ عوام اور علمائے ہند نے تو پہلے ہی اُسے ”شیخِ الکل“، بنارکھا تھا۔ ہاں خدا کی قدرت کا مظاہرہ تو توب ہوا جب اس نے لوگوں کی خواہشات کے برخلاف پنجاب کے ایک دور افتدہ گاؤں قادیان میں ایک غریب اور یکس کو اس اعزاز کیلئے چن لیا۔ حضرت مرتضی غلام احمد پر علامے ہند اور خاص کردہ ملی والوں کی نظریں پڑتی تھیں۔ اور وہ چلا چلا کر کہتے تھے کہ اگر مسیح موعود کسی زمین آدمی نے ہی بناتھا تو اللہ تعالیٰ دہلی والوں سے منتخب کرتا۔ یہ (نحو زبانہ) پنجابی ڈھگا کیسے مسیح موعود بن گیا۔ اسی طرح خلیفہ ثانی کے مصلح موعود بنانے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کیا ظاہر ہوئی؟ وہ تو پہلے ہی ایک نبی کے بیٹے تھے اور لوگوں نے ۱۹۱۳ءیں ہی انہیں خلافت کی گدی پر بٹھا دیا تھا یا وہ خود ہی بیٹھ گئے تھے۔ خلافت کی گدی پر بیٹھنے کے بعد وہ تو سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ اور جب انہوں نے بڑی پلانگ کیسا تھا ۱۹۲۳ءیں دعویٰ مصلح موعود جمایا تو جماعت میں اُنکے دعویٰ پر کون اعتراض کر سکتا تھا؟ اور آج جب اللہ تعالیٰ نے اپنی اس موعود ”رحمت“ کا ہاتھ مجھ غریب اور بے کس پر رکھا ہے تو اب نظام جماعت وہ تمام ہتھانہ میں استعمال کر رہا ہے جو اzel سے کاذب صادقوں کے برخلاف کرتے چلے آئے ہیں، تب بھی وہ اپنے اس خود ساختہ جھوٹ کو قائم نہیں رکھ سکتا۔ اور یہ بات جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”اوْرَتَالُوگَ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں“، کی تصدیق ہوگی۔

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت اُس بے نشان کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

(۵) پانچویں غرض ہے ”اوْرَتَوْهُ تَقْيِينَ لَا يَكِينَ“۔ کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے حضور کی جسمانی اولاد کو ”زکی غلام“ کی بشارت کے دائرة سے باہر کر دیا۔ اب کسی کو زکی غلام (موعود مصلح) بنانا یا نہ بنانا تو اللہ تعالیٰ کا کام تھا۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ یہ کام خلیفہ ثانی اور اسکے حواریوں نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اور ایک جھوٹ دعویٰ کر کے ۲۰ فروری ۱۸۸۱ءیں کی الہامی پیشگوئی مصلح موعود پر ناجائز قبضہ جمالیا۔ جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ میں تو روحانی طور پر ایک مردہ انسان تھا، آنحضرت ﷺ کے مجھہ سے روحانی زندگی نصیب ہوئی اور پھر حضرت امام مہدیؑ کی ایک مقبول دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی موعود غلامی کا اعزاز مجھے بخش کریا کہ اللہ

تعالیٰ حضور کیسا تھوڑے ہیں۔

(۶) چھٹی غرض ہے اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا کے دین اور اُسکی کتاب اور اُسکے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تنذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے۔ اس غرض کا میں پہلے مفصل ذکر کر چکا ہوں۔

(۷) ساتویں غرض ہے ”اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے“۔ جب بھی اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو بغرض اصلاح معمouth فرماتا ہے۔ اس سے پہلے یقیناً اہل زمین بعض جرائم کی وجہ سے مجرم بن چکے ہوتے ہیں۔ انہی مجرمین کی اصلاح کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مرزغ علام احمد گومیعوث فرمایا تھا۔ ان مصلحین کی بعثت کے بعد یہ مجرم بے نقاب ہوئے اور اپنے ناجائز اقتداروں کو قائم رکھنے کیلئے ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔ لوگ جانتے ہیں کہ ہر زمانے میں یہی ہوا اور مجرموں کی اسی طرح راہ ظاہر ہوئی۔ اور آج بھی وہ مجرم جنہوں نے الہی رضا کے برخلاف طاقت کے مل بوتے پر کسی کو مصلح موعود بنایا یا وہ خود بنایا خوب ظاہر ہو گئے ہیں۔ وہ شخص جس کا دعویٰ مصلح موعود ہی جھوٹا اور ناجائز تھا۔ اس نے اپنی تقریر میں ان سات اغراض کا ذکر تو ضرور کیا ہے لیکن کیا یہ سات اغراض اُسکے وجود میں پوری بھی ہو سیں؟ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس بے تاب بادشاہ نے تو مجبور مریدوں کو یہ حق ہی نہیں دیا کہ وہ یہ سوال اُس سے پوچھتے؟ اپنی تقریر میں (انوار العلوم جلد ۷ صفحات ۲۰۶) آپ فرماتے ہیں۔

”خدا نے مجھے اس غرض کیلئے کھڑا کیا ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤ۔ اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام آدیان کو ہمیشہ کی شکست دیوں۔“

آپ نے یہ الفاظ ۱۹۳۲ء میں بانگ دھل کہنے تھے۔ الہامی پیشگوئی کی یہ غرض و غایت آپ کی زندگی میں تو کیا آج ۱۹۴۷ء تک آپ کی وفات کے چالیس برس بعد تک بھی پوری نہیں ہوئی۔ آغاز سے لے کر آج تک دین اسلام، بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور کلام اللہ بھی اتنا مظلوم اور کمزور نہیں ہوا جتنا آج بلہ ہے۔ آج دجال غصہ کیسا تھد دین اسلام، عالم اسلام اور دین اسلام کی کتاب پر حملہ آور ہے اور اُس سے کوئی مسلمان اور کوئی مسلمان ملک محفوظ نہیں۔ دین اسلام، بانی اسلام اور قرآن مجید آج اپنوں اور غیروں دونوں کی زدیں ہیں۔ لگف میں امریکی افواج کے پڑاؤ سے عملاء ہمارے مقامات مقدسہ دجالی قتوں کے قبضہ میں چلے گئے ہیں۔ آج گوانتنا موبے میں قرآن مجید پر کھڑے ہونا اور اسکے صفحات کو لیٹریز ہوں میں بہانہ روزمرہ کا معمول ہے۔ اسلام کو دہشت گردی (Terorism) اور بائیع اسلام کو دہشت گرد کرنا دیا جا رہا ہے اور مسلمان بیچارے مسلمان کہلوانے میں بھی شرم محسوس کر رہے ہیں۔

اے خاصہ خاصانِ رسول وقتِ دعا ہے	امت پر تری آکے عجب وقت پڑا ہے
جودِ دین بڑی شان سے نکلا تھا طعن سے	پر دلیں میں وہ آج غریب الغربا ہے
تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی	ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہے

اولاً۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امام مہدی و مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کے مطابق مصلح موعود آگیا ہوتا تو آج دین اسلام، بانی اسلام اور قرآن کی یہ حالت بھی نہ ہوتی۔ مصلح موعود نے تو دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر کرنا تھا۔ اس نے تو خدا اور اُسکے دین اور اُسکی کتاب اور اُسکے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر نیوالوں کیلئے ایک نشانی بننا تھا۔ اس نے تو اسیروں کو رُستگاری بخشی، قوموں کو برکت دینی، زمین کے کناروں تک شہرت پانی اور غیروں سے اپنا لوہا منوا نا تھا۔ لیکن خلیفہ ثانی عجیب مصلح موعود تھا کہ وہ حضرت امام مہدی و مسیح موعودؑ کے مریدوں سے تو ضرور لوہا منوا تارہا اور اپنے ماحول میں اردو گرد برکتیں بھی بکھیرتا رہا لیکن نہ وہ اپنوں اور غیروں کا منہ بند کر سکا، نہ اُس سے کوئی قوم برکت پا سکی اور نہ ہی وہ زمین کے کناروں تک شہرت پاسکا۔ آج جب خاندانی یا موروثی خلفاء سے کوئی یہ سوال کرتا ہے تو وہ یہ کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں کہ خلیفہ ثانی نے جو نظام بنایا ہے اُسکے ساتھ ایک دن یہ اغراض پوری ہو جائیں گی۔ حالانکہ اُسکے قادیانی غیر اسلامی نظام سے تو خاندانی خلافت ضرور پہنچتے ہوئی ہے نہ کہ پیشگوئی کی اغراض و مقاصد پوری ہوئی ہیں۔

ثانیاً۔ خلفاء کے اس جھوٹ کا پول تو الہامی پیشگوئی کے یہ الفاظ ”تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَ كَانَ آمِراً مَقْضِيًّا۔“ کھول دیتے ہیں کہ جب یہ سب با تیں پوری ہو جائیں گی تب اُس کا وصال ہوگا۔ اپنی تقریر کے آخر میں خلیفہ ثانی اپنے دعویٰ مصلح موعود کی سچائی میں حلف اٹھا کر مریدوں کو مرمود ب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن کسی الہامی پیشگوئی کا مصدقہ ہونے کیلئے حلف کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اس کیلئے کسی الہامی ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ حلف جھوٹا بھی ہو سکتا ہے لیکن الہامی ثبوت جھوٹا نہیں ہوا کرتا اور خلیفہ ثانی اس سے بالکل تھی دست تھے۔ لوگ الموعود کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں۔ اُنکے دیگر خطابات اور کتب کا مطالعہ بھی کر لیں۔ انہیں اس الہامی پیشگوئی کا کوئی الہامی ثبوت کہیں نہیں ملے گا۔ اُنکے بال مقابل اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو سب سے پہلے ۲۰ فروری ۱۸۸۷ء کی الہامی پیشگوئی کے مصدقہ ہونے کا الہامی ثبوت بخشتا ہے اور میں نے

دعویٰ مصلح موعود اس الہامی ثبوت کے ملنے کے دو دہائیاں گزرنے کے بعد کیا ہے۔ امر واقع یہ ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد ایک عظیم مرد حق تھے۔ مقنی اور مخلص لوگوں نے صرف آپ کو قبول کیا بلکہ اطاعت اور عقیدت میں بہت آگے چلے گئے۔ آپ کا خلف بیٹا مرزا بشیر الدین محمود احمد ایک شاطر انسان تھا۔ لوگوں نے اُسے صرف خلیفہ ثانی بنایا تھا لیکن وہ مریدوں کی آندھی اطاعت اور عقیدت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے مصلح موعود بھی بن بیٹھا۔

احمدیت کی جگہ محمودیت نے کیسے لی؟

حضرت امام مہدی مسیح موعود نے جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی اور آپ کی تعلیمات کا نام ”احمدیت“ تھا۔ اس کا زمانہ ۱۸۹۵ء سے لے کر ۱۹۱۲ء تک رہا۔ بعد ازاں یہ احمدیت، محمودیت یعنی حقیقی اسلام میں ڈھلنی شروع ہو گئی۔ بظاہر حضرت امام مہدی مسیح موعود کا نام اور آپ کی احمدیت کا نام ہی لیا جاتا ہے لیکن در پردہ محمودیت چھا چکی ہے۔ حضور اور احمدیت کا نام لینا اُنکی مجبوری ہے کیونکہ اسکے بغیر مجددی فریب چل نہیں سکتا۔ ایک احمدی خیال کر گیا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ احمدیت محمودیت میں بدل گئی؟ میں جواباً عرض کرتا ہوں کہ یہ ایک ایسا نہ ہی فریب تھا اور ہے، جسے ایک عام احمدی یا تو سمجھنہیں سکا اور اگر کوئی سمجھا تو اُسے فرعونی ہتھکنڈوں کیسا تھا خاموش کر دیا گیا۔ میں آپ کو سمجھا نے کیلئے دنیا سے سیاست سے ایک مثال دیتا ہوں۔ سب جانتے ہیں کہ قائدِ اعظم نے انتہک جدوجہد کے بعد پاکستان بنایا تھا۔ آپ کا تصور پاکستان ایک لبرل (Liberal) ریاست تھا۔ آپ نے پاکستان کی پہلی قانون ساز اسمبلی کے افتتاحی اجلاس کے موقع پر اپنی افتتاحی تقریر میں بہت واضح اعلان کیا تھا۔ کہ پاکستان میں ہر شہری کے سیاسی حقوق مساوی ہوں گے اور مذہب کا امور مملکت سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ آج ہر احمدی جانتا ہے کہ آج کا پاکستان بانے پاکستان کے تصور کے مطابق نہیں بلکہ اسکے صریح لٹ ایک کثر مذہبی ریاست بن گیا ہے۔ اگرچہ ہر جگہ قائدِ اعظم کا نام لیا جاتا ہے لیکن در پردہ ملائیت چھا چکی ہے۔ ہر صاحب شعور پاکستانی جانتا ہے کہ یہاں اُٹی گناہ بہہ گئی ہے لیکن اُسکی ملائیت کے آگے کوئی پیش نہیں جاتی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اکثریت جاہلوں کی ہے اور وہ مولویوں کا ہتھیار ہیں۔ یہی معاملہ جماعت میں ہوا۔ ہر صاحب شعور احمدی جانتا ہے کہ احمدیت کی جگہ محمودیت نے لے لی ہے لیکن آندھی عقیدت اور ایک غیر فطری نظام کے آگے وہ بے بس ہے۔

خداوندی یہ تیرے سادہ دل بندے کدھرجائیں! کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

دوسری بات یہ کہ قیام پاکستان کے بعد ان پاکستان خالف مولویوں نے اس محمودی ٹرک (Trick) سے بھر پور فائدہ اٹھایا۔ پہلے پاکستان کو ایک مذہبی ریاست بنوایا اور پھر مسلمان کی من مانی تعریف کر کے پاکستان کی قومی اسمبلی سے احمدیوں کو غیر مسلم Declare کروادیا۔ اور اُنکے اس جرم کا سہرا بھی دراصل مرزا محمود کے سر پر ہے کیونکہ اس نے ہی سب سے پہلے خود ساختہ مصلح موعود بننے اور اپنے جھوٹے دعویٰ کو قائم رکھنے کیلئے ایسے گھناؤ نے کھیل کا آغاز کیا تھا یعنی آخر ارج از جماعت، سوشن بایکاٹ اور مقاطعہ وغیرہ۔ ایسی غیر اسلامی اور غیر انسانی سزاوں کا واحد مقصد یہ تھا کہ ۔

گیاں ہوں سُنیاں تے وِج مرزا یا پھرے

آج محمودی نظام کے کرتا دھرتا جاہ طلبی اور دنیا پرستی کی چاہ میں جن جن افعال شنیعہ کے مرتب ہوئے ہیں، یہ سارا اُسی کا کیا دھرا اور نتیجہ ہے کہ نہ صرف پاکستان میں بلکہ عالم اسلام میں حضرت امام مہدی مسیح موعودؑ کی سی اور آپ کی پیغمبری کا ایک عام احمدی کی گھر سے باہر (مراد غیر از جماعت لوگوں کے نزد یک) کافر اور گھر کے اندر (یعنی نظام جماعت میں رہتے ہوئے) یہ غنی کی سی ہو گئی ہے۔ لیکن ہم انشاء اللہ تعالیٰ ضرور روشنی اور آزادی کی طرف لوٹیں گے۔ یہ نظام بد لے گا اور ضرور بد لے گا۔ اور جسے اس نئی صدی میں بھی وہی قائم رکھنا اور دیکھنا چاہتے ہیں جن کے ذاتی مفادات اس سے وابستہ ہیں۔

جود نیوی اغراض کے حصول کیلئے مرے جاتے ہیں۔ اور جو اپنی نام و نبود کیلئے جماعت تک کو قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ مکار، عیار اور ریا کا رلوگ عام احمدیوں کی گردنوں پر سوار ہیں۔ ان سے جان مال اور عزت کی قربانی کا تقاضا کرتے ہیں۔ حلف لیتے ہیں مگر خود کرسی چھوڑنے کو تباہ نظر نہیں آتے۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا درس دینے والوں نے اپنے اعمال و افعال میں دنیا کو مقدم کر رکھا ہے۔ یہ لوگ دوسروں کو کہتے ہیں سچ ہو کر جھوٹوں کی طرح بتا لیں اختیار کرو مگر خود جھوٹے ہو کر سچ بننے کی سرتوڑ کوشش کرتے ہیں۔ گویا ”زاغوں کے تصرف میں عقبوں کے نشین“ والی بات ہے۔ یعنی حضرت امام مہدی مسیح موعودؑ کے ماننے والوں پر چالاک لوگ مسلط ہو گئے یا کردیجے گئے ہیں۔ اور انہی کی وجہ سے ہمارے مروجہ نظام میں نہ تقویٰ و طہارت ہے، نہ صداقت ہے، نہ عدالت ہے، نہ شجاعت ہے اور نہ ہی جمہوریت۔ اگر کچھ ہے تو منافقت ہی منافقت اور آمریت ہی آمریت ہے۔ کیا کوئی با شعور شخص (جود دین کا فہم بھی رکھتا ہو) ان سب رویلوں کو یکجا نظر سے دیکھنے کے بعد اسے (ہمارے) روحانی ارتقاء کا نام دے سکے گا؟

بیٹا جرم کرے تو باپ کو بکال دو۔ باپ کرے تو سب کو۔ یہ درحقیقت دباؤ ڈالنے کے روایتی ہتھکنڈے ہیں۔ محمودی تاریخ ایسے سیاہ واقعات سے بھری ہڑپی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو گھر گھر ”خانہ جنگلی“ چاہتے ہیں۔ جنکے قول فعل میں تضاد ہے۔ اور جو نفس امارہ کے غلام ہیں۔ حضرت امام مہدی مسیح موعودؑ نے اپنے خالف مولویوں کے بارے میں فرمایا تھا۔

”ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا۔ میری عبادت گاہ میں اسکے چولے ہیں میری پرستش کی جگہ میں اسکے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں،“ (روحانی خزانہ جلد ۳ صفحہ ۱۳۰ حاشیہ)

اور حضورؐ کے یہ الفاظ آج محمودی نظام کے تنوادہ دار ملویوں کے متعلق لفظ بلفظ پورے ہو رہے ہیں۔ آج ضرورت اس بات کی تھی کہ حضورؐ کی روحانی ذریت اس ”قبضہ گروپ“ کے خلاف قلمی، علمی اور اسلامی جہاد کرتی جس نے دین اسلام کی، بانی سلسلہ کی حسین تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ نہ صرف تعلیمات کو بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امام

مہدی و مسیح موعودؑ بھی کہ جن کے بالمقابل نظام کے خالق و مالک آج فیصل آباد کے گھنٹہ گھر کی طرح دکھائی دیتے ہیں کہ جس بازار سے بھی گھوم پھر کر آئیں وہ سامنے مگر بانے

اسلام اور بانی سلسلہ غالب ۔۔۔ اور یہی ہمارا آج کا اجتماعی مسئلہ ہے اور ہم سب کی توجہ کا طالب بھی۔ یہ سب حقائق کا بیان ہے اور بقول حضرت امام مہدی و مسیح موعودؑ!

”دوشام وہی اور چیز ہے اور بیان واقعہ کا گودہ کیا ہی تلخ اور سخت ہو دوسرا شے ہے ہر ایک محقق اور حق گوا کا یہ فرض ہوتا ہے کہ سچی بات کو پورے پورے طور پر خالق گم گشته کے کانوں تک پہنچا دیوے پھر اگر وہ سچ کو سن کر افراد خذیل ہو تو ہوا کرے (روحانی خزانہ جلد ۳ صفحہ ۱۱۲)

احمدیت اور محمودیت میں فرق!

احمدیت اور محمودیت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اگر احمدیت حق کا نام ہے تو محمودیت جھوٹ کا۔ سردست میں پانچ امتیازات کا ذکر کرتا ہوں۔

(۱) احمدیت نام ہے آزادی ضمیر کا۔ جو شخص بھی حضورؐ کے تمام دعاوی پر ایمان لے آیا۔ حضورؐ نے اپنی زندگی میں بلکہ حضرت خلیفہ اولؐ نے بھی کسی ایسے شخص کو جماعت سے خارج نہیں کیا۔ حضرت امام مہدی و مسیح موعودؑ لا ۱۱ کراہ فی الدین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ”اختلاف امتی رحمۃ، پر چلنے اور چلانے والے تھے۔ اور اپنی جماعت کے بارے میں آپؐ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ ”اس جماعت کو بہ بیعت مجموعی دیکھنا مفید ہو گا۔“ (ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۲۸۶) جبکہ محمودیت نام ہے جبرا۔ ایک غیر اسلامی، غیر انسانی اور غیر فطری نظام کا۔ اس نظام میں جس کسی نے بھی مرزا محمود سے کسی رنگ میں اختلاف کیا تو اسے حضورؐ کی جماعت سے خارج کر دیا گیا۔ گویا اختلاف مرزا محمود سے اور آخر اخراج حضرت امام مہدی و مسیح موعودؑ کی جماعت سے چہ معنی دارد؟ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خلیفہ ثانی نے اپنے جھوٹے دعویٰ مصلح موعود کو منوانے اور پختہ کرنے کیلئے حضرت امام مہدی و مسیح موعودؑ اور آپؐ کی جماعت کو بطور ڈھال استعمال کیا ہے؟ کیا ایسی سختی اور اس طرح کسی مغل کو بھی آج تک جماعت احمدیہ سے خارج کیا گیا؟ ہرگز نہیں۔ یہ ظلم کی تواریخ صرف حضورؐ کی روحاںی اولاد پر چلی۔

(۲) احمدیت میں سوائے چندہ وصیت کے اور وہ بھی طوعاً کوئی لازمی چندہ نہیں تھا۔ حضورؐ کے فرمان کے مطابق چندہ وصیت کی شرح دسوال حصہ تھی یعنی دس روپیہ میں سے ایک روپیہ۔ علاوہ اسکے ہر احمدی رضا کا رانہ طور پر اپنی مرضی کے مطابق جتنا چاہتا تھا بطور چندہ ادا کرتا تھا۔ حضورؐ پنے ۵ رما رق ۱۹۰۲ء کے اشتہارات میں فرماتے ہیں۔

”اب چاہیے کہ ہر ایک شخص سوچ سمجھ کر اس قدر ماہواری چندہ کا اقرار کرے جس کو وہ دے سکتا ہے گو ایک پیسہ ماہواری ہو۔ مگر خدا کیسا تھے فضول گوئی کا برتاؤ نہ کرے۔ ہر ایک شخص جو مرید ہے اُس کو چاہیے جو اپنے نفس پر کچھ ماہواری مقرر کر دے خواہ ایک پیسہ ہو اور خواہ ایک دھیلہ۔ اور جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا اور نہ جسمانی طور پر اس سلسلہ کیلئے کچھ بھی مدد دے سکتا ہے، وہ منافق ہے۔“ (مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۳۶۹)

لیکن محمودیت میں جبڑی طور پر احمدیوں کے سروں پر چندوں کی ایک لمبی فہرست تجوہ پ دی گئی اور وہ بیچارے خدا کے نام پر اس نیکیں کے بوجھ تلتے کراہ رہے ہیں۔ خدا کے نام پر بنا ہوا ہر آنیوں لانا نہما دخلیفہ ان غریبوں کو کوئی ریلیف دینے کی بجائے دوچار چندے اور لکا دیتا ہے۔ اور پھر اس سارے روپ کا کسی احمدی کے آگے کوئی حساب نہیں۔ چند سال پہلے کی بات ہے کیل جماعت کا ایک عہدیدار اپنے کسی ذاتی کام کیلئے خاکسار کے گھر تشریف لایا۔ با توں با توں میں اُس نے مجھے کہا کہ

”غفاراب تو اتنے چندے ہو گئے ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ جماعت کو کہہ دیا جائے کہ جو کچھ تھیں گورنمنٹ دیتی ہے وہ آپ لے لیا کریں اور ہمیں صرف زندہ رہنے کیلئے گزارہ کے طور پر پیسے دے دیا کریں۔“

(نوٹ۔ جرم قانون کے مطابق روٹی، کپڑا اور مکان وغیرہ ہر شہری کا بنیادی حق ہے اور اگر کسی شہری کے پاس ملازمت نہیں بھی ہے تو بھی گورنمنٹ اسے اپنی ضروریات زندگی کیلئے ماہنہ الاؤنس فراہم کرتی ہے۔) مذکورہ شخص آج بھی کیل جماعت کا عہدہ ہدارہ ہے کیونکہ نظام جماعت میں صرف اس شخص کو عہدہ دار بنا یا جاتا ہے جو محمودیت کا وفادار ہونے کے احمدیت کا۔ میں احباب جماعت سے کہتا ہوں کہ اگر چندہ کے سلسلہ میں ایک عہدیدار کا یہ حال ہے اور وہ ان چندوں کو ایک بھاری بوجھ مجھتا ہے تو پھر ایک عام احمدی (جب بچارہ نہ تین میں نہ تیرہ میں) کا چندوں کے سلسلہ میں احساسات کا آندازہ آپ خود کر لیں۔ دین کے بھیں میں حصول دنیا سے متعلق حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں۔

”بعض لوگ تو کھلے طور پر طالبِ دنیا ہیں اور انکی ساری کوششیں اور تنگ و دودنیا تک محدود ہے۔ لیکن بعض لوگ ہیں تو اسی مردودنیا کے طلبگار۔ مگر وہ اس پر دین کی چادر ڈالتے ہیں۔ جب اس چادر کو اٹھایا جاوے تو وہ ہی نجاست اور بد بوم موجود ہے۔ یہ کروہ پہلے گروہ کی نسبت زیادہ خطرناک اور تقصیانِ رسائی ہے۔ اکثر لوگ جب ان دینداروں کی حالت کو دیکھتے ہیں تو وہ دہریئے ہو جاتے ہیں۔ اس لیے کہ انکے اعمال کو انکے احوال کی ساتھ کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا“ (ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۱۳۱)

حضرت امام مہدی و مسیح موعودؑ نے چندہ وصیت غلبہ اسلام کیلئے جاری فرمایا تھا جبکہ آج یہ وصیتی نظام صرف ایک خاندان کے اقتدار کو دوام دینے کیلئے بطور حرہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ اور دوسرا مقصد اس وصیتی نظام کا یہ بنالیا گیا ہے کہ ہر احمدی کی جاندار اس ”قبضہ گروپ“ کے قبضہ میں چلی جائے۔ خلیفہ ثانی ”چند نسلوں میں ہی تمام احمدیوں کی جائیدادیں نظامِ احمدیت کے قبضہ میں“ کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں۔

”پھر یہ یاد رکھو کہ وصیت صرف پہلی نسل کیلئے نہیں ہے بلکہ دوسری نسل کیلئے بھی ہے۔ اور اس سے بھی انہی قربانیوں کا مطالبہ ہے۔ اور چونکہ وصیت سے دنیا کے سامنے جنت پیش کی جا رہی ہے اگلی نسل اس کو لینے سے کس طرح انکار کرے گی پس دوسری نسل پھر اپنی خوشی سے بقیہ جائیداد کا ۱۰/۱ سے ۳/۱ حصہ قومی ضرورتوں کیلئے دے دیگی اور پھر تیسرا نسل اور پھر چوتھی نسل بھی ایسا ہی کرے گی اور اس طرح چند نسلوں میں ہی احمدیوں کی جائیدادیں نظامِ احمدیت کے قبضہ میں آجائیں گی۔“ (نظامِ نصفہ ۱۲۰)

نام نہاد خلیفہ ثانی کے یہ الفاظ بڑے واضح ہیں اور مقصد صاف ظاہر ہے۔ کہاں حضورؐ کا یہ بلند مقصد کہ اس وصیتی چندہ سے غلبہ اسلام کے سامان پیدا ہوں اور کہاں قبضہ گروپ کا یہ مقصد کہ ہر احمدی کی جائیداد اس کے قبضہ میں آجائے۔ آج کل بھی اُنھی بیٹھتے بیٹھتے وصیت پر زور دیا جا رہا ہے مگر کسی ایک خطبے میں بھی کیا اسکی شرائط کی طرف توجہ دلائی گئی ہے؟ کیا اس کا مطلب محض حصولِ زریمحض اقتدار کے تحفظ کیلئے میسا کھیوں کی تلاش نہیں؟

(۳)۔ احمدیت میں جماعت کے سربراہ حضرت امام مہدی و مسیح موعودؑ تھے لیکن آپؐ ”سید القوم خادمهم“ کے مطابق جماعت کے خادم بنے رہے۔ آپؐ نے صدر انجمن احمدیہ بنائی لیکن اس انجمن کا صدر اور اسکے دیگر ممبران کی اکثریت آپؐ کی روحانی اولاد پر مشتمل تھی۔ جبکہ محمودیت میں خلفاء بھی خاندانی، خلفاء کی مجلس انتخاب بھی خاندانی اور برائے نام مجلس شوریٰ بھی خاندانی اور برائے نام مکمل قضا بھی خاندانی۔

(۴)۔ حضرت امام مہدی و مسیح موعودؑ نے جماعت بنائی لیکن جو جرأۃ کوئی نظام اس پر مسلط نہیں کیا۔ حالانکہ جماعت کی ضرورتوں کو آپؐ سب سے زیادہ جانتے تھے اور اس کا مستقبل بھی آپؐ کی نظر وہ سے اوجھل نہیں تھا۔ جبکہ محمودی نظام میں خاندانی مفادات کے تحفظ کیلئے آپؐ کی روحانی اولاد کو ایک فرعونی نظام میں جبڑ کر اسے پانچ طبقات یاد اڑوں میں تقسیم کر دیا گیا تاکہ یہ بیچارے کو ہو کے تیل کی طرح ان داروں میں گھومتے رہیں۔ اور دوسرا فائدہ اس تقسیم کا یہ تھا کہ ان جانور نما انسانوں کی کڑی مگر انی ہو سکے۔ خلیفہ ثانی ارشاد فرماتے ہیں۔

”اسی طرح اگر خلافتِ قائم رہے گی تو ضروری ہے کہ اطفالِ الاحمدیہ۔ خدامِ الاحمدیہ۔ انصار اللہ بھی قائم رہیں۔ اور جب یہ ساری تنظیمیں جاری اور قائم رہیں گی تو خلافت بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے قائم رہے گی۔“ (تاریخ احمدیت جلد ۱۹ صفحہ ۱۳۸)

اور خلافت جسے ان تنظیموں کے سہارے قائم اور دائم رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے وہ خدا اور رسول ﷺ اور اسکے امام مہدی و مسیح موعود کے نام پر سوائے خاندانی حکومت اور اقتدار کے اور کچھ نہیں۔ اور اگر کسی نے اس ظلم کے خلاف آواز اٹھائی تو اس غریب پر آخر اخراج کی چھری پھیر دی گئی۔

(۵)۔ حضرت امام مہدی و مسیح موعودؑ کے عہد مبارک میں سارے کاسارا جماعتی کار و بار تقویٰ کی بنیاد اور شرائط پر چلتا تھا جبکہ آج اُنکی جگہ خوف وہر اس، چغل خوری اور مجری نے لے لی ہے۔ یہ سب حقائق ہیں اور ان کو کوئی چلنے نہیں کر سکتا ہے۔

آخری گزارش!

آنحضر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں میں حیاتِ مسیح ناصری کا غلط عقیدہ پیدا ہو گیا اور اس غلط عقیدہ کے پیدا ہونے کی وجہات تھیں۔ تیرھویں صدی کے آخر تک مسلمان اللہ تعالیٰ کی نظر میں معذور تھے کیونکہ کسی نے اس غلط عقیدے کا بطلان نہیں کیا تھا۔ لیکن جب آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق حضرت امام مہدی و مسیح موعودؑ کا نزول ہو گیا اور آپؐ نے اس غلط عقیدہ کا قرآن سے ابطال کر کے مسلمانوں کی یہ معذوری ختم کر دی۔ تو پھر نزول مسیح موعودؑ کے بعد جو لوگ حیاتِ مسیح ناصری کے اس باطل عقیدے سے چمٹے رہے وہ تمام مجرم ہن گئے۔ اسی طرح جماعت احمدیہ میں نام نہاد خلیفہ ثانی نے ایک جھوٹا عوامی مصلح موعود کر دیا۔ چونکہ افراد جماعت مرید تھے لہذا اس جھوٹے عقیدہ پر ایمان لانے کے سوا ان کیلئے کوئی چارہ نہیں تھا۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔

”میں سچ کہتا ہوں کہ ایک مرید اُس مرشد سے ہزار درجہ اچھا ہے جو مکر کی گدی پر بیٹھا ہوا ہو کیونکہ مرید کے اپنے دل میں کھوٹ اور دغناہیں ہے۔ خدا تعالیٰ اخلاص کو چاہتا ہے۔ ریا کاری پسند نہیں کرتا۔“ (ملفوظات جلد ۷ صفحہ ۱۱)

اب تک ان لوگوں کے سو جنہوں نے نام نہاد خلیفہ ثانی کو اس غلط دعویٰ مصلح موعود کیلئے ہدہ شیری دی تھی باتی افراد جماعت معذور تھے۔ لیکن اب خاکسار نے خلیفہ ثانی کے دعویٰ مصلح موعود کا دلائل کیسا تھا قطعی ابطال کر دیا ہے۔ اور اپنا دعویٰ مصلح موعود الہامی ثبوت کیسا تھا آپ سب کے سامنے رکھ دیا ہے۔ اب وہ لوگ جو خلیفہ ثانی کے جھوٹے دعویٰ مصلح موعود کیسا تھا چیز رہیں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں پکے مجرم ہیں۔ محمودیت (یعنی ایک غلط دعویٰ مصلح موعود اور اُسے قائم رکھنے کیلئے ایک غیر اسلامی نظام) ایک جرم ہے اور حضورؐ کی روحانی ذریت یعنی ایک عام احمدی سے میرا یہ سوال ہے کہ آپ اس جرم میں کیوں شامل ہو؟ آپ ان مجرموں کا ساتھ کیوں دے رہے ہو؟ آج تک ان مجرموں نے آپ کو سوائے بھوک ننگ اور غلامی کے اور کیا دیا؟ خدا کے نام پر ان لوگوں نے تمہاری چڑی تک اوہیزی لیکن ”فِرْوَى إِنْهَا دِيَ حَرَص“ پوری نہ ہوئی۔ محمودیت کو اپنے نظام اور اپنے مال پر بہت گھمنڈہ ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ایک منظم جماعت ہیں اور ہمیں کون مغلوب کر سکتا ہے؟ یہی باتیں پہلے متکبر بھی کہا کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ سورہ القمر میں فرماتا ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ بِجُمِيعِ مُنْتَصِرٍ . سَيَهُزَّ مُأْجَمٌ وَيُؤْلَوْنَ الْلُّدُبُرُ . (اقمر۔ ۳۵، ۳۶) یادہ کہتے ہیں کہ ہم بدله لینے والی منظم جماعت ہیں۔ (سنو) یہ منظم جماعت شکست کھا جائیگی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہو گے۔

اپنے آقا کی جسمانی ذریت ہونے کی وجہ سے مجھے ان لوگوں کی حالت پر حرم آتا ہے۔ لیکن یہ تقویٰ چھوڑ کر ایک ایسا گھنوانا جرم کر بیٹھے جس کی مثال ہزاروں سال میں نہیں ملتی۔ آج کل دن رات محمودی خلافت قائم رکھنے کیلئے دعاوں اور نفلی روزوں پر زور دیا جا رہا ہے حالانکہ اس کے دن تو پورے ہو چکے ہیں۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ خلیفہ بنایا کرتا ہے اُن کی خلافت کو بھی خطرہ نہیں ہوا کرتا۔ خطرہ صرف اُن لوگوں کے اقتدار کو ہوا کرتا ہے جو خلافت کے نام پر لوگوں پر مسلط ہوتے ہیں مثلاً اموی، عباسی یا اب محمودی خلفاء وغیرہ۔ دوسری بات یہ کہ لوگوں کو خلافت کے نام پر گمراہ کر کے اُنکی توجہ اصل اور سُلگین جرم یعنی جھوٹے دعویٰ مصلح موعود سے ہٹائی جا رہی ہے۔ جبکہ اس پندرہویں صدی ہجری کا سب سے اہم اور توجہ طلب مسئلہ نام نہاد خلیفہ ثانی کا جھوٹا دعویٰ مصلح موعود ہے جس کے نتیجے میں احمدیت کی جگہ محمودی خلافت وجود میں آئی۔ آج محمودی علماء ہندوں، یہودیوں، عیسائیوں اور ان غیر احمدیوں سے بھی جو حضرت امام مہدی و مسیح موعودؑ کی موعودگاری مکنذیب اور تکفیر کے علاوہ آپؑ کو غلیظ گالیاں نکالتے ہیں، بحث و مباحثہ کرنے کیلئے تیار ہیں۔ لیکن وہ شخص جو حضرت امام مہدی و مسیح موعودؑ کی موعودگاری کا دم بھرتا ہے اور آپ کی سچائی پر ہر تصدیق ثابت کرتا ہے اُس سے بات کرنے سے کیوں گھبرا تے ہیں؟ حالانکہ مغلوب ہونے کی صورت میں وہ ایک زرکشیر کا انعامی وعدہ بھی کرتا ہے۔ میرے خیال میں یہ وہی خوف ہے جو حضورؐ کے خلاف علماء کو تھا۔ آج یہ مولوی حضرات میرے آخر اخراج اور مقاطعہ کا بہانہ کر کے چوہوں کی طرح بلوں میں کیوں گھسے ہوئے ہیں؟ اگر میں اپنے دعویٰ میں جھوٹا تھا تو یہ علماء باہر نکل کر صادقوں کی طرح میرا مقابلہ کرتے۔ اور میں احباب جماعت کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ علماء باہر نکل کر میرا مقابلہ کیلئے کھڑا کرو۔ میں ہر طرح سے ان کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہوں۔ مزید آج میں موعود موسوی زکی غلام (حضرت مسیح عیسیٰ ناصریؑ) کی زبان میں آپ سب سے کہتا ہوں! ائمَّن أَنَصَارِي إِلَى اللَّهِ ط (اللَّهُ كَيْلَيْهِ مِيرَادُوكَارُونَ ہے؟) مجھے امید ہے آپ سب غلبہ اسلام کے واسطے ائمَّن أَنَصَارُ اللَّهِ ط۔ (ہم اللہ کیلئے مدگار ہیں) ضرور کہیں گے۔ میری دُعا ہے اللہ تعالیٰ آپ سب (مودودی ولاہوری حضرات) کو فہم و فراست عطا فرمائے تا کہ آپ نہ صرف سچائی کو سمجھ سکیں بلکہ اُسے قبول بھی کر سکیں آمین۔

ہزاروں سال زگس اپنی بنو روی پر روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چن میں دیدہ ور پیدا

وَإِخْرُ دَعْوَنَهُمْ أَنَّ أَكْمَدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

خیراندیش

عبد الغفار جنبہ

مورخہ ۱۰ / جون ۱۹۰۰ء

☆☆☆☆☆

نوٹ۔ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ یہ مضمون نہ صرف خود پڑھیں بلکہ آگے اُن احباب تک بھی پہنچاںیں جن کے پاس انٹرنیٹ کی سہولت موجود نہیں ہے۔ شکریہ و جزا کم اللہ۔